اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ

تذکرۃ العباد

یعنی

عہد رسالتماب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے
مشہور غلاموں حضرت اسامہ، بلال، خباب، زید، سالم،
سلمان، صہیب، عامر اور عمار کے دلچسپ اور سبق آموز حالات

مرتبہ

حکیم محمد سردار خان نشاط امرتسری

مؤلف

تاریخ بیت اللہ شریف، بابل، فاتح مصر،
اسلام اور علمائے فرنگ۔ انجام دنیا وغیرہ وغیرہ

روز بازار الیکٹرک پریس امرتسر میں باہتمام شیخ عبدالعزیز منیجر و پرنٹر چھپا

ملنے کا پتہ:۔ خالد برادرس امرتسر

قیمت

(تمام کتابوں کا محصول ڈاک ذمہ خریدار)

قابل قدر کتابیں

تاریخ بیت اللہ شریف

کون مسلمان ہے جسکو زیارت بیت اللہ شریف کی خواہش نہو لیکن کتنے ہیں جنہوں نے اسکے حالات پڑھے یا سنے ہیں۔ اس کتاب میں خانہ خدا زاداللہ شرفہا کی مفصل ومکمل تاریخ درج ہے۔ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے قابل۔ لکھائی ایسی خوبصورت کہ ایک ایک صفحہ کو پہروں دیکھیں اور جی نہ بھرے کاغذ چکنا سفید اور نفیس، چھپائی صاف ستھری قیمت ۱۲ ر

بابل

قرآن شریف کی آیت ببابل ھاروت وماروت میں جس بابل کا ذکر ہے اسکا مفصل ومکمل تذکرہ۔ اسکے عجائبات اور باقیات کا بیان۔ بابل کی عظمت کا پتہ صرف اس سے لگ سکتا ہے کہ لندن کو جو آج دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے انگریز فخر سے "موجودہ بابل" کہتے ہیں۔ ہر ایک علم دوست مسلمان کو اس کے مطالعہ سے لطف اندوز ہونا چاہئیے کاغذ چکنا سفید اور نفیس لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۸ ر

اسلام اور علماء فرنگ

اسلام کے متعلق محققین یورپ اور امریکہ کی دلچسپ رائیں باوجود عیسائی ہونے کے اسلام نے کیونکر ان سے خراج تحسین حاصل کر لیا۔ قابل دید کتاب، کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۶ ر

سید الشہداء

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیاۃ کے بزرگ چچا حضرت امیر حمزہ رضی کی سوانحعمری۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ قیمت ۳ ر

سوانح بلقیس

حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ملکہ بلقیس تاجدار سلطنت سبا کی مفصل سوانحعمری قیمت ۴ ر

انجام دنیا

اس دنیا کا انجام کیا ہوگا۔ قیامت کیونکر آئیگی۔ علماء سائنس کا کیا خیال ہے۔ ان کی آراء کو یکجا جمع کر کے اخیر میں قرآن حکیم کے ارشادات لکھے گئے ہیں قیمت ۳ ر

تمام کتابوں کے ملنے کا پتہ :- خالد برادرس امرتسر

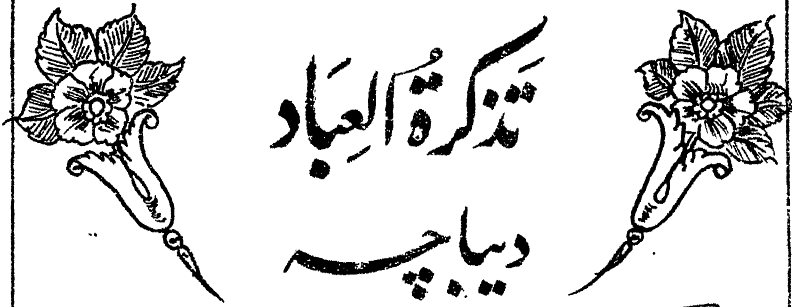


ایک بیقرار اشتیاق - ایک سودا زدہ نظارہ - ایک پامال منظرِ تخیل ایسے اجزائے منتشرہ کا مجموعہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسے تحفہ یا نذر کے دقیع عنوان سے معنون کیا جائے - اور اے دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ زندہ اجسام کے مقدس مرجع عقاید - تیری ارفع و اعلیٰ ذات قدسی صفات سے منسوب ہو مگر اے کہ تیرے کوثر ارشاد کی صہبائے جاوید سرمد سے بے مبالغہ بے شمار تشنہ کامان منہل اہتدا، کامیاب مدعا ہوئے اور تا قیام قیامت ہوتے رہیں گے - یہ سوختہ جگر **نشاط** بھی عصر حاضر کی پر تصنع رسم انتساب کے خلاف کمال محبت و صداقت سے اس ناچیز **تذکرۃ العباد** کے اوراق پریشان کو تیری حضرت سراپا شفقت میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے - اور اپنی بے ہنری و بے بضاعتی کو شفیع لاکر محض یہ آرزو رکھتا ہے کہ ؏

بس ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

محمد سردار خان نشاط

امرتسر - مورخہ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء



تذکرۃ العباد
دیباچہ

قدیم سے قدیم زمانہ میں بھی جہانتک کہ تاریخ یا کتبے رہنمائی کرسکتے ہیں دنیا میں غلامی کے رواج کا ثبوت ملتا ہے -

غلامی کی ابتدا معلوم ہوتا ہے کہ غلامی کے رواج کی ابتدا جنگوں سے ہوئی ہو- ازمنہ قدیمہ میں دستور تھا کہ جب دو قوموں میں لڑائی ہوتی تو جو قوم مغلوب ہوجاتی فاتح قوم اُسکے مردوں - عورتوں اور بچوں کو جو گرفتار ہوجاتے غلام بنالیتی تھی -

جو لوگ اسطرح جنگ میں گرفتار ہوکر آتے تو فاتح اُنکو روزمرہ کے ضروری کاموں میں لگا دیتے تھے غلام اپنے آقاؤں کی خدمت کرتے - کھیتوں کو جوتتے اور اُنکے ریوڑوں کی پاسبانی کرتے تھے ؛

غلاموں کی خرید و فروخت جب فاتح فوج میدان جنگ سے واپس آتی تھی تو بعض اوقات اُسکے ساتھ اتنے قیدی ہوتے تھے جو فاتح سپاہیوں کی ضرورت سے بہت زیادہ ہوتے - ایک ایک سپاہی کے حصہ میں کئی کئی قیدی آجاتے جن کے نہ تو وہ اخراجات برداشت کرسکتا تھا نہ ہی اُسکے پاس اُن کے کرنے کا کوئی کام ہوتا تھا اسلیئے وہ اُن کو ضرورتمند لوگوں کے پاس بیچ دینے لگے ؛

مثلاً جب اہل بابل نے یروشلم کو فتح کیا تو تین سے ہزار یہودیوں کو اپنی ضرورت سے زائد سمجھ کر فروخت کردیا ؛

ہوتے ہوتے یہ بھی تجارت کی ایک باقاعدہ شاخ بنگئی - بڑے بڑے قصبوں میں غلاموں کی تجارت کی اسیطرح منڈیاں لگتی تھیں جیسے مویشی کی - اور اُن میں یہ قیدی یا غلام اسیطرح بکتے تھے جیسے مویشی یا دیگر اشیائے فروختنی -

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ غلاموں کی ترقی میں قحط سالی نے بھی اکثر مدد دی ہو- کیونکہ جب کبھی کسی ملک میں قحط نمودار ہوتا تھا تو غربا اس خیال سے کہ غلامی کی حالت میں کھانے کو تو

مل رہیگا وہ خود اپنے آپکو اور اپنی اولاد کو امرا ور ؤسا کی غلامی میں دیدیتے تھے۔
جہالت کے زمانے تھے۔ مغرور امرا اپنے غلاموں سے حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے۔ بات بات پر اُنہیں کوڑوں سے پیٹنا۔ آنکھیں نکلوا ڈالنا۔ شکنجہ میں کھنچوا دینا۔ نہایت بیدردی سے قتل کرا دینا معمولی باتیں سمجھی جاتی تھیں اور ان بیدردوں کو اُن پر ذرا رحم نہ آتا تھا۔ حالانکہ اُنہی مظلوم غلاموں میں بعض ایسے بھی ہوتے تھے جو کبھی اُن سے بھی معزز تر یا معزز تر لوگوں کے بچے تھے؀

رفتہ رفتہ ہر ایک ملک و قوم میں غلاموں کی کثرت ہوتی گئی یہانتک کہ اُنہیں غلامی کے متعلق قانون وضع کرنے پڑے؀

ہر ملک اور قوم میں نیک و بد دونوں قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ امراء غرور امارت میں اپنے غلاموں سے وحشیانہ سلوک کرتے تو نیک اور رحمدل لوگ اُن کے اس ظلم و ستم پر چشم نمائی کرتے رہتے؀

یونان میں غلامی | یونان کے ابتدائی دور میں غلام ہر درجہ اور ہر طبقہ کے امیر و غریب تھے جو ناموافق حالات کے باعث غلام بنگئے تھے اسلئے اِن غلاموں کی حالت اُن غلاموں سے بہت بہتر تھی جو مفتوحہ قوم سے ہوتے تھے۔ اسلئے بیان کیا جاتا ہے کہ سلطنت یونان میں سلطنت روما کی نسبت غلاموں کی حالت بہت بہتر تھی۔ چنانچہ ڈیموستھینز کا قول ہے کہ:۔
"یونان میں غلام ایسی اچھی حالت میں ہیں کہ دوسرے ملکوں میں آزاد لوگ بھی نہیں"۔ بایں ہمہ ادعا مفتوحہ قوم کے غلاموں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا تھا اُسکی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ سرکار کو اُنکی موت و زیست کا پورا اختیار حاصل تھا۔ ایک دفعہ ایک جنگ میں اِن غلاموں نے بڑی بہادری دکھلائی تو اہل سپارٹا نے اعلان کیا کہ جن جن غلاموں نے جنگ میں کارہائے نمایاں کئے ہیں وہ حاضر ہوں لیکن بجائے اسکے کہ اُنہیں کوئی اعزاز دیا جاتا چپکے سے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ کو

اسی طرح جب حکام کسی غلام کو خطرناک خیال کرتے اُسے قتل کرا دیتے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ غلام بھی اپنے بچاؤ کیلئے جمع ہو ہو کر بغاوتیں کر دیتے جس سے سخت ہنگامے برپا ہتے اور خونریزیاں ہوتیں۔ اِن خونریزیوں کو روکنے کے لئے افلاطون نے یہ تدبیر بتلائی تھی کہ غلاموں کے ساتھ عزت و

توقیر اور انصاف کا برتاؤ کیا جائے اور ایک ہی ملک میں زیادہ غلام نہ رکھے جائیں۔

ارسطو کہتا تھا کہ انہی لوگوں کو غلامی میں رکھنا چاہئیے جو بخوشی غلام بنکر رہنا چاہیں۔ اور جو لوگ آزادی پسند ہوں اُن کو غلامی سے آزاد کر دینا چاہئیے۔

ارسطو کے ایک شاگرد سٹرامس نے غلاموں کی حالت زار سے متاثر ہو کر ایک تقریر میں یہاں تک کہدیا تھا کہ:-

"خدا نے تمام انسانوں کو آزاد پیدا کیا اور قدرت نے کسی کو بھی کسی کا غلام نہیں بنایا"

لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔

چونکہ غلاموں میں بہت سے مفتوحہ ممالک کے معزز اور بہترین گھرانوں کے لوگ بھی ہوتے تھے جنکی دماغی اور شریفانہ قابلیتیں اس حالت میں بھی اپنے جوہر دکھایا کرتی تھیں وہ بعض اوقات بڑی شہرت پیدا کر لیتے اور غلامی سے آزاد ہو جایا کرتے تھے۔ اس قسم کے لوگوں میں حکیم ایسپ۔ شاعر ہوریس اور ٹرمینس وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو یا تو غلام تھے یا غلاموں کی اولاد۔

روما میں غلامی — یونان کے بعد روما کی غلامی کا ذکر بھی بیجا نہیں۔ روم میں غلاموں کی حالت بھی یونان سے اچھی نہ تھی۔ آقا غلاموں کو ذرا ذرا سی بات پر کوڑے لگواتے اور معمولی معمولی سی فروگذاشتوں پر قتل کرا دیا کرتے تھے۔ مشہور یونانی مؤرخ پلوتارخ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ ایک آقا نے اپنے غلام کو اپنے ایک ایسے دوست کی خاطر دل لگی میں قتل کر دیا جسنے کبھی کسی انسان کو مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

کیٹو[1] کہتا تھا کہ لوگوں کو چاہئیے کہ اپنے کمزور اور ضعیف غلاموں کو فروخت کر دیا کریں لیکن چونکہ ایسے بڈھے بیل کو کون باندھ بھُس دے، کے مطابق اُن کا کوئی خریدار نہ ہوتا تھا سنگدل لوگ اُنہیں غیر آباد جزیرہ اسکولاپیس میں چھوڑ آتے تھے جہاں وہ بیچارے بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے۔

رومیوں نے غلاموں سے ایسا ایسا سنگدلی کا سلوک روا رکھا تھا کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں

[1] روم کا اپنے زمانے کا نہایت مشہور ماہر اقتصادیات جو روم کی تاریخ میں کیٹو دی سنسر (کیٹو دی محتسب) کے نام سے مشہور ہے۔ کارتھیج کی تباہی میں اس شخص نے بہت بڑا حصہ لیا۔ اس کا خیال تھا کہ روما کے قریب ہی کارتھیج ایسے بہت بڑے شہر کا واقع ہونا روما کی شان کو دنیا کی نظروں میں چھپنے نہیں دیتا اسلئے اسنے اپنی دھواں دھار تقریروں سے اہل ملک کو کارتھیج سے لڑنے پر آمادہ کر دیا۔ ۲۳۴ ق م پیدا ہوا۔ اور ۱۴۹ ق م مر گیا۔ کورنے لیئس نیپوس پلوتارخ اور اورلیئس وکٹر نے اسکی سوانح عمری لکھی ہیں۔

اُنہوں نے ایک بہت بڑی تماشا گاہ بنائی تھی جس میں وہ غلاموں کو آپس میں لڑا کر انسانی قتل و خونریزی کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان تماشوں میں رُومی عورتیں بچے اور لڑکیاں تک شامل ہو کر مقتولوں کو تڑپتا دیکھتے اور قہقہے لگاتے تھے

غلاموں کو شادی کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے کھانستا یا چھینکتا تو اُسکی لاٹھیوں سے خوب خبر لی جاتی کسی غلام کو جایداد بنانے کی اجازت نہ تھی۔

ایسے ہی ظلموں سے تنگ آکر اکثر دفعہ ایسا ہوا کہ رُوم کے غلاموں نے سازشیں کرکے اپنے جتھے بنائے اور ایسی ایسی سخت بغاوتیں کیں کہ بڑی مشکلوں اور دشواریوں سے فرو ہوئیں۔

مشہور رومی فلاسفر اپک ٹیٹس خود غلام تھا۔ اُسنے ایک کمینہ خصلت اور سنگدل آقا کی خدمتگزاری میں کئی سال بسر کئے تھے۔ اُسکے سنگدل آقا نے ایکدن اُسکی ایک ٹانگ شکنجہ میں کس کر اُسکو ہمیشہ کے لیئے لنگڑا کر دیا تھا۔

جس شخص نے خود غلامی میں ایسی سخت تکلیفیں اُٹھائی ہوں اُس سے بڑھ کر غلامی کی حالت کا تجربہ کسے ہو سکتا ہے؟ اُنہیں تجربات کی بنا پر اُسنے اپنی کتاب "اینکریڈین" میں اپنے زمانہ کے ظالم قیصر نیرو کو ان الفاظ میں غلاموں کی حالت کی طرف توجہ دلاتی ہے:-

کیا تو یہ یاد نہ رکھیگا کہ تو کون ہے؟ اور یہ کہ تو کس پر حکومت کرتا ہے اور یہ کہ وہ تیرے رشتہ دار اور بھائی ہیں۔ وہ بھی تیری طرح مشتری کی اولاد ہیں۔ جو بات کہ تو اپنے لئے روا رکھنی نہیں چاہتا اُسے دوسروں کے لیئے بھی روا نہ رکھ۔ تو غلام بننا نہیں چاہیگا اسلئے تو دوسروں کو بھی غلام نہ بنا۔ کیونکہ اگر تو دوسروں کو اپنا غلام رکھنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے تو خود غلام ہے۔ نیکی کبھی بدی کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور نہ آزادی غلامی کے ساتھ۔ جس طرح ایک تندرست شخص کسی بیمار سے خدمت لینی نہیں چاہتا اور نہ وہ لوگ جو بیمار کے ساتھ رہتے ہیں بیمار رہنا چاہتے ہیں اسی طرح ایک آزاد شخص غلاموں سے خدمت لینا نہیں چاہیگا۔ نہ اپنے ساتھیوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہیگا"۔

رُوم کا مشہور حکیم اور زبردست فلسفی سنیکا بڑا نیکدل شخص تھا وہ سنگدل قیصر نیرو کا اُستاد بھی تھا۔ اگرچہ قیصر نیرو کو ظلم و ستم سے باز رکھنے میں اُسکی کوششیں بار آور نہ ہوئیں تاہم جب

اُسکو خبر ملی کہ اُس کا ایک دوست لوسیلیس اپنے غلاموں سے نیک سلوک کرتا ہے تو اُسکا دل خوشی سے بھر گیا اور اُسنے اُسکو ایک خط اِس مضمون کا لکھا :-

"مجھے یہ سُنکر بہت خوشی ہوئی کہ تم اپنے غلاموں کے ساتھ مہربانی اور دوستی کا برتاؤ کرتے ہو۔ یہ تمہاری دانائی ہے۔ کیا واقعی وہ لوگ غلام ہیں؟ نہیں بلکہ تم ہی سے انسان۔ غلام نہیں بلکہ رفیق۔ غلام نہیں بلکہ عاجز اور غریب دوست۔ اگر تم یہ سمجھو اور سوچو کہ تقدیر تم پر اور غلاموں پر ایک سا زور اور اختیار رکھتی ہے تو تم اُن کو ویسا ہی خیال کرو گے جیسا کہ میں اُن کو بتا رہا ہوں"۔

لیکن ان نیک اور رحمدل فلاسفہ کی آوازیں محض صدا بصحرا۔ یا نقارخانے میں طوطی کی آواز تھیں۔ رومیوں کے اخلاق اسقدر ذلیل ہوگئے تھے اور دولت کے غرور نے انہیں اسقدر سنگدل اور بے رحم بنا دیا تھا کہ اس سے اُنہیں کچھ تنبیہ نہ ہوئی اور نہ ہی اُن کے دل پسیجے۔ انھوں نے غلاموں پر ایسے ایسے وحشیانہ ظلم روا رکھے جنکی نظیر کسی اور قوم کی تاریخ میں نہیں ملسکتی۔

ہند میں غلامی

قدیم زمانہ میں ہر ملک اور ہر قوم میں غلامی کا رواج تھا۔ بابل۔ اسیریا۔ شام۔ مصر اور ہند وغیرہ کوئی ملک ایسا نہ تھا جس میں کسی نہ کسی طریقہ سے غلامی کا رواج نہ ہو۔ آریہ قوم نے جب ہند میں قدم جمائے تو یہاں کے اصلی باشندوں کو غلام بنا کر اُن کے لئے جو قوانین بنائے اُن کا اندازہ منوسمرتی کے اُن شلوکوں سے ہوسکتا ہے جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) شودر صرف خدمت کے لئے بنایا گیا ہے

جو شودر خرید کیا گیا ہو۔ یا نہ خرید کیا گیا ہو اُس سے داس کا کام کرانا چاہئے کیونکہ برہمن کے داس کرم کے لئے برہما جی نے شودر کو پیدا کیا ہے۔

(منوسمرتی ادھیائے ۸۔ اشلوک ۴۱۳) ۔

شودر کے لئے ایک ہی کرم پربھو نے ٹھہرایا ہے یعنی صدق دل سے اِن تینوں ورنوں (برہمن کشتری اور ویش) کی خدمت کرنا (منوسمرتی ادھیائے ۱۔ شلوک ۹۱)

(۲) شودر سے دولت چھین لیجائے

برہمن داس شودر سے دولت لے لیوے۔ اس میں کچھ بچار نہ کرے۔ کیونکہ وہ دولت کچھ اُسکی ملکیت نہیں ہے۔ وہ بے زر ہی وہ جو دولت فراہم کرے اُس دولت کا مالک اُسکا سوامی ہے (منوسمرتی ادھیائے ۸۔ اشلوک ۴۱۷) ۔

(۳) شودر کو مذہب کی تعلیم بھی نہ دیجائے

جو شخص شودر کو دھرم اور برت کا اپدیش دیتا ہے وہ مع اُس

شودر کے اسمرت نرک (دوزخ) میں جاتا ہے (منوسمرتی ادھیائے ۴ - اشلوک ۸۱) -

(۴) معمولی جرم پر شودر کے ہاتھ کاٹنے کا حکم

جو شودر برہمن کے بال و پاؤں و ڈاڑھی و گلا وغیرہ کو غرور سے پکڑنے والا ہے اُسکا ہاتھ کاٹنا چاہیئے - یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اُسکو تکلیف ہوگی (منوسمرتی ادھیائے ۸ - اشلوک ۲۸۳) -

شودروں کے متعلق یہ احکام ہم نے سرسری نظر سے صرف منوسمرتی سے دیکھ کر انتخاب کئے ہیں اور دوسری سمرتیوں کو چھوا تک نہیں - خدا معلوم اُن میں کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے - لیکن ان سے ہی جو کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ شودر نہ تو مذہب قبول کر سکتا ہے تاکہ نجات اُخروی حاصل کرے اور نہ ہی دولت کما یا اکٹھی کر سکتا ہے کہ ذلت و نکبت سے خلاصی پا کر دُنیا میں ترقی یا عزت کی زندگی بسر کر سکے - یا دوسرے لفظوں میں یہ دُنیا بھی اُسکے لئے جہنم ہے اور آیندہ بھی دوزخ - نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن - بلکہ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر شودر کوئی وید کا منتر اتفاقیہ بھی سُن لے تو سیسہ پگھلا کر اُسکے کانوں میں ڈال دینا چاہیئے - سوامی دیانند جی جو اس تہذیب و روشنی کے زمانہ کے مشہور ہندو مذہبی مصلح ہوئے ہیں اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ شودر کے منہ کی ہوا بھی کسی ہندو کے کھانے تک نہ پہنچے - انہیں انتہا درجہ کے سخت احکامات کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے قدیم باشندے دُنیا سے بالکل مٹ گئے یا وہ چند افراد بچ رہے جو جنگلوں اور پہاڑوں میں آجتک گونڈ بھیل وغیرہ کی شکل میں کہیں کہیں دیکھے جاتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی نہ بچ سکتے اگر بُدھ مت اور اسلام اُن کی دستگیری نہ کرتا -

اسلام میں غلامی

حضور رحمۃ للعالمین جب اِس جہان کے لئے رحمت بنکر مبعوث ہوئے تو یہ دنیا جہاں تمام اقسام کے فسق و فجور سے ملوث ہو رہی تھی - وہیں غلاموں کے لئے بھی جہنم سے کم نہ تھی - ریگزار عرب ہی میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں حسب حیثیت کم و بیش غلام موجود نہ ہوں - اور ان غلاموں کی وقعت بھی اُن کے آقاؤں کی نظروں میں ایسی ہی تھی جیسی کہ دیگر ممالک میں (جیسے کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں) یا دوسرے الفاظ میں وہ کیڑے مکوڑے تھے جنہیں جب جی چاہے مالک تکلیفیں دے دیکر مار ڈالیں یا حیوان تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر کوڑوں سے پیٹتے پیٹتے لہولہان کر دیتے -

اسلام نے جہاں دُنیا کے دیگر عیوب کی اصلاح کی وہیں غلاموں کی حالت میں بھی ایسا تغیر پیدا

کردیا کہ گویا غلام تھے ہی نہیں۔ اور اگر تھے بھی تو صرف ایسے کہ چند روز میں اُن کی غلامی کا خاتمہ ہو جائے۔ اسلام نے جس غلامی کو جائز رکھا ہے وہ غلامی نہیں بلکہ انسانی ہمدردی و غمخواری تھی۔

بعض لوگ جنکی نظریں بالکل سطحی اور علم بالکل محدود ہوتا ہے اسلام پر اپنی کوتاہ نظری کے سبب کبھی کبھی ایسے اعتراض کر بیٹھتے ہیں جو حقایق سے بہت بعید ہوتے ہیں۔ اِن میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام نے اگرچہ غلاموں کے متعلق حسن سلوک کے احکام جاری کرکے اُن کی حالت قدرے بہتر بنادی لیکن غلامی کی رسم کو بالکل نابود نہ کرسکا۔ یہ اعتراض زیادہ تر یورپین مورخین اور اُنکے متبعین کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

یورپ والوں کی رحمدلی پر تو ہم آگے چلکر بحث کرینگے لیکن ہم اُن سے اتنا سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر انکی حسب منشاء اسلام تمام غلاموں کو فی الفور آزاد کردیتا تو وہ بیچارے کھاتے کہاں سے۔ اپنے پیٹ کو پالنے کے لئے کام کہاں تلاش کرتے؟ اور آخر اسکا جو خوفناک اثر بصورت بدامنی اور فساد پیدا ہوتا اسکا ذمہ دار کون ہوتا۔ پھر یہی رحمدل بھیڑیئے حضور پر قلت تدبر اور قانون فطرت سے ناواقفی کا الزام لگاتے اور کہتے کہ جو شریعت اسرار فطرت سے اسقدر ناواقفیت پر مبنی ہو وہ خدا کی طرف سے کسطرح ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ حیلہ جو را بہانہ بسیار۔

اِسلام چونکہ دین الفطرت ہے اور حضور سرورکائنات قانون فطرت کے سب سے بڑے ماہر تھے اسلئے اُسکے جو احکام ہیں وہ سب فطرت سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اسی سلئے غلامی اور غلاموں کے متعلق بھی جو احکام ہیں وہ ایسے پُرحکمت ہیں کہ اگر زمانۂ بعد مسلمان بھی اُن پر عمل کرتے تو غلامی صدیوں پہلے نابود ہوگئی ہوتی اور دشمنوں کو اعتراض کا موقعہ ہی نہ ملتا۔

آپ قرآن اور حدیث شریف کو اگر غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو نظر آئیگا کہ ذرا ذرا سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی پر اسلام جو مسلمانوں سے فدیہ چاہتا ہے وہ غلام کا آزاد کرنا ہے۔ اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا اور ہونا چاہئے تھا کہ جہاں جہاں اسلام پہنچا آہستہ آہستہ غلامی کا نام ونشان تک مٹ جاتا۔

اسلامی احکام کے بعد جو ہمیں دیکھنا ہے وہ یہ ہے کہ جس شریعت کے یہ احکام ہیں اُسکے مبلغ اور متبعین کا عمل کیا تھا۔ اُنہوں نے ان احکام کو عملی طور پر کس طرح جامہ پہنایا اور خود نمونہ بنکر دُنیا کو بتلادیا کہ دیگر مذہب کی طرح اسلام کے احکام صرف کتابوں ہی میں محفوظ رکھنے کے لئے نہ تھے بلکہ عمل کرنے کے لئے بھی۔

حضور رحمۃ للعالمینؐ جن کی شفقت و مروت مرد - عورت - بچہ - بوڑھا - انسان و حیوان - غلام و آزاد سب کیلئے یکساں تھی وہ اس مظلوم فرقہ کی تکالیف سے کیونکر نہ متاثر ہوتے - انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے غلام کو "بچہ" اور لونڈی کو "بچی" کہکر پکارا کریں تاکہ لفظ غلام سے اُن کا دل نہ دُکھے -

حضور کے پاس جسقدر غلام آتے رہے حضور اُن کو آزاد فرما دیتے رہے - کوئی غلام ایسا نہ تھا جو حضور کے سایہ شفقت میں آیا اور حضور نے اسکو آزاد نہ کر دیا ہو - یہ دیکھ کر صحابہؓ میں غلاموں کے آزاد کرنے کا ایسا شوق پیدا ہو گیا تھا کہ بعض صحابہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی تھی -

عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی جوانی اسلام میں گذری قیامت کے دن اُسکے لئے ایک نور ہوگا - اور جو شخص اللہ کی راہ میں ایک تیر بھی مارے خواہ وہ دشمن تک پہنچے یا نہ پہنچے اُسکو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملیگا - اور جو شخص ایک مسلمان غلام آزاد کرے اللہ تعالیٰ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو اس آزاد کرنیوالے کا آگ سے بچا لیگا -

قیس بن عاصم ایک صحابی تھے اُنہوں نے عرض کیا حضور میں زمانہ جاہلیت میں اپنی بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر چکا ہوں اُسکا کیا کفارہ دوں - حضور نے فرمایا ہر لڑکی کے عوض ایک غلام آزاد کر دو -

لیکن بایں ہمہ بعض لوگ غلاموں کی خدمت سے اُس زمانہ میں بھی ایسے ہی بے نیاز نہیں ہو سکتے تھے جیسے کہ اس زمانہ میں ملازموں سے - اُس زمانہ میں ملازموں کی بجائے غلام کام کیا کرتے تھے - اور بعض غلام بھی اپنا اور اپنے عیال کا پیٹ پالنے کے لئے آزادی کی نسبت اپنے آقا کے ہاں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے اسلئے اُن کی نسبت بھی جو حضور کا فرمان ہے وہ بھی سن لیجئے :-

"ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ مغلوب اور عاجز آجائیں اور اگر کبھی بضرورت تم کسی مشکل کام کی تکلیف اُنہیں دو بھی تو اُن کا ہاتھ بٹاؤ - جو خود کھاتے اور پہنتے ہو وہی اُنہیں کھلاؤ اور پہناؤ"

حضور کے اِس فرمان کا صحابہؓ پر یہ اثر تھا کہ :-

(۱) حضرت ابوذر غفاریؓ جب بازار میں نکلتے تو لوگ دیکھتے کہ جو لباس آپ کا ہے بعینہ وہی غلام کا بھی ہے -

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں اپنے غلاموں کو اس طرح رکھا کرتے تھے کہ اُن میں اور اُن کے غلاموں میں کوئی فرق نہ تھا۔

(۳) حضرت عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے لئے جا رہے تھے تو ایک منزل آپ اونٹ پر سوار ہوتے تھے اور ایک منزل آپ کا غلام۔ اور جب آپ شہر کے قریب پہونچے تو لوگوں نے دیکھا کہ غلام اونٹ پر سوار ہے اور آپ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے آگے آگے جا رہے ہیں۔

(۴) ایک دفعہ حضرت عثمانؓ نے کسی گستاخی پر اپنے غلام کے کان اینٹھے لیکن فوراً ہی فرمایا کہ اس کا بدلہ مجھ سے لیلو کیونکہ دُنیا میں بدلہ دینا قیامت کے بدلے سے آسان ہے۔

(۵) ایک دفعہ حضرت حسنؓ کھانا کھانے لگے۔ غلام شوربہ کا پیالہ لایا۔ جلدی میں یا کسی اور وجہ سے وہ شوربہ آپ کے کپڑوں پر گر گیا۔ اس سے آپ کو کچھ غصہ سا آگیا۔ غلام نے عرض کیا جناب قیامت کے روز آپ بھی اپنے مالک (خدا) کے سامنے اسی طرح کھڑے ہونگے۔ آپکا دل لرز گیا اور اُسی وقت غلام کو آزاد کر دیا۔

(۶) ایک دفعہ ابو مسعودؓ اپنے غلام پر خفا ہو کر کوڑے سے مارنے لگے۔ حضور کا اُدھر سے گذر ہوا دیکھ کر فرمایا اے ابو مسعود! ہوشیار کہ خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ ابو مسعودؓ نے غلام کو اُسی وقت آزاد کر دیا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ اے ابو مسعود! اگر تم اس کو آزاد نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ دوزخ کی آگ تم کو چھو جاتی۔

ایک دفعہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! اگر غلام قصور کرے تو کے بار اُسکے قصور کو معاف کیا جائے فرمایا ہر روز ستر بار۔[1]

ہم نے بطور نمونہ یہ چند مثالیں درج کی ہیں ورنہ تاریخ اسلام میں ایسی مثالوں کی اتنی کثرت ہے کہ بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اِسلام کی تعلیم۔ حضور اور حضور کے صحابہؓ کے عملی نمونوں نے غلاموں کی حالت کو اس قدر ارفع کر دیا تھا کہ زمانہ اولیٰ میں مُسلمان اپنے غلاموں کو اپنے اہل و عیال اور بال بچوں کی طرح رکھتے تھے۔ کسی گھرانے کا غلام اُس گھرانے کا ایک ممبر سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے بہت سے مایۂ ناز محدث۔ فقیہہ۔ عالم فاضل اور بادشاہ یا تو غلام تھے یا غلاموں کی اولاد۔ دُور کیوں جاؤ ہندوستان میں ہی خاندان غلامان کے بادشاہ اِس امر کی دلیل ہیں کہ اسلام نے غلاموں کے لئے ہر قسم کی ترقیوں کی راہیں کھول دی تھیں۔ اور دوسرے آزاد مُسلمانوں کی طرح وہ بھی

[1] غلاموں کو آزاد کرنیکا صرف مسلمان مردوں ہی کو شوق نہ تھا بلکہ عورتیں بھی اس میں شریک تھیں حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ میں انہتر غلام آزاد کر دیئے تھے۔

اپنی لیاقت کے جوہر دکھا دکھا کر دنیا کی سب سے بڑی عزت و عظمت یعنی تخت حکومت تک حاصل کر لیا کرتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی کا باپ تک غلام تھا۔

اس مختصر سے مضمون میں انہیں چند الفاظ پر اکتفا کر کے ہم دنیا بھر کے مذاہب اور قوموں بلکہ زمانہ موجودہ کی مہذب ترین قوموں کو اس تہذیب کے زمانہ میں بھی چیلنج دیتے ہیں کہ وہ کوئی ایک آدھ ہی ایسا نمونہ تمام دنیا کی تاریخ میں تلاش کر کے دکھائیں۔ یا اس روشن ترین زمانہ میں ہی کوئی ایسا نمونہ پیدا کر دیں ورنہ کہا جائیگا ؎

ہاں غلامی وہی اب بھی وہی آقائی ہو دور حاضر کی مساوات کو پسپائی ہو

کیا یورپ نے غلامی کو مٹا دیا؟ اس میں شک نہیں کہ یہودیت اور عیسائیت میں جو غلامی مروج تھی وہ ہو بہو اُن اقوام کی غلامی سے مشابہ تھی جن کا ذکر ہم پیشتر کر چکے ہیں۔ یورپ نے جب تجارت اور ترقی کے میدان میں قدم رکھا تو وہاں کے باشندوں نے اُن غلاموں کے علاوہ جو اُن کے قبضہ میں تھے۔ افریقہ اور امریکہ سے وہاں کے اصلی باشندوں کو گرفتار کر کر کے لانا شروع کر دیا۔ اور اُن سے شب و روز اپنی مصنوعات کی تیاری میں اسقدر کام لینے لگے کہ وہ بیچارے کام کرتے کرتے اور تھک جاتے پر مار کھاتے کھاتے جان سے گذر جاتے تھے۔

یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ سپین کی عیسائی سلطنت کے پاس یورپ کی تمام سلطنتوں سے زبردست بیڑہ موجود تھا اور اُس کو غلاموں کو پکڑ پکڑ کر لانے اور اُن سے منفعت حاصل کرنے سے تمام سلطنتوں پر تجارت میں فوق حاصل تھا۔ اگر کوئی دوسری سلطنت اپنے ملک کے کارخانوں کے لئے غلام لینا چاہے تو وہ اُس کے لئے سپین کی دست نگر رہتی تھی۔ کیونکہ بردہ فروشی کی ٹھیکہ داری سپین کے ہاتھوں میں تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سپین کے باشندے صرف اُنہیں غلاموں کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنے پر رضامند ہوتے تھے اور وہ بھی حد درجہ گران قیمت پر۔ جو زائد ہوتے۔ اس طرح دوسرے ممالک تجارت میں سپین کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

اس تجارت کی دوڑ میں یورپ کی کوئی سلطنت اُسوقت تک سپین سے آگے نہ بڑھ سکتی تھی جبتک کہ غلامی کا حربہ سپین کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نہ گر جاتے۔ اس لئے سب سے پہلے برطانیہ نے اس راز کو سمجھا اور انگریزوں نے اسکے برخلاف آواز بلند کی یہانتک کہ وہ اس میں کامیاب ہو کر رہے

اور ایک عہدنامہ کے ذریعہ دنیا سے غلامی کا رواج ظاہری طور پر مٹ گیا۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا غلامی کا دُنیا سے نشان مٹ گیا ہے؟ یا صرف اس کی ہیئت اور نام میں تبدیلی ہو گئی ہے؟ اگر ہم موجودہ زمانہ کے تمدن کا بغور مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ غلامی پہلے سے زیادہ بھیانک صورت میں موجود ہے۔ یورپ باوجود دعوئے آزادی فراق کے بجائے قوموں کو غلام بنا رہا ہے۔ اور نہ صرف غلام بنا رہا ہے بلکہ غلام بنا بنا کر اُن سے ایسی سخت مشقت لے رہا ہے کہ جیسے قدیم یونان و روم کے لوگ ہی عمل کرتے تھے۔ یورپ کے باشندے ذرا ذرا سے مالی نفع کے لئے خدا کی مخلوق کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر ہم ایک واقعہ درج کرتے ہیں :-

بلجیم جس کو تمام یورپ موجودہ جنگ میں مظلوم بلجیم کے نام سے یاد کرنے کا عادی ہو گیا ہے کا ملک افریقہ میں ایک علاقہ ہے جس میں ربڑ پیدا ہوتا ہے۔ بلجیم کے لوگ ربڑ کے حاصل کرنے کے لئے وہاں ایسے ایسے ظلم کرتے ہیں کہ دل کانپ جاتا ہے۔ وہ اس خطہ کے اصلی باشندوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتے ہیں۔ قتل کر دیتے ہیں۔ غرض جو چاہیں کرتے ہیں لیکن سوائے اسکے کہ دوسرے ممالک کے اخبار ان مظالم کے فوٹو اپنے اخباروں میں چھاپ دیں اور دو چار لفظ ہمدردانہ پیرایہ میں لکھ دیں اُن سے کوئی بازپرس نہیں کر سکتے۔

امریکہ میں وہاں کے اصلی باشندوں کا باوجود عیسائی ہونے کے جو کچھ حال ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ گوری قوموں کے لوگ ذرا ذرا سی بات پر بھڑک بھڑک کر جس جس طرح اُنہیں قتل کرتے اور اُن کی درگت بناتے رہتے ہیں اخبار بین اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔

گذشتہ جنگ نے جس طرح یورپ کے چہرہ سے تہذیب کا دلفریب نقاب اُٹھا کر اُسکی بہیمیت اور وحشت کو عالم میں آشکارا کر دیا ہے اور کسی طرح اس کی نقاب کشائی ممکن نہ تھی اگرچہ جنگ ختم ہو گئی ہے لیکن اُس کے ہیبت ناک مظالم کو پڑھ پڑھ کر دُنیا صدیوں لرزہ براندام رہیگی۔

یورپ کے کارخانوں کو دیکھو۔ اُس کے محرروں۔ مزدوروں۔ ملازموں کی فریادیں سنو! قلیل قلیل اُجرتوں پر جیسے جیسے سخت کام وہ کرتے ہیں غلام اس سے کچھ زیادہ نہ

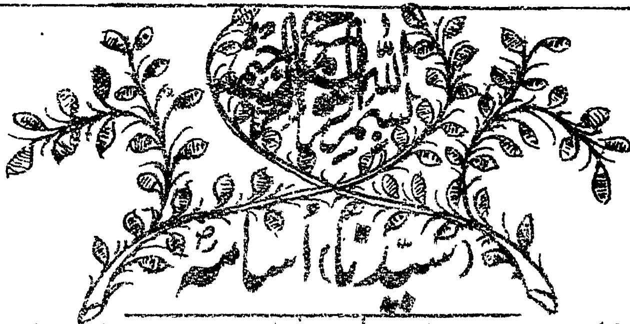
کرتے ہونگے۔ ہندوستان کے ہر قسم کے محکموں میں جاؤ اور سیر کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ چند درہم کے عوض جو تن کے ڈھانپنے اور پیٹ کے پالنے کے لئے بھی کافی نہیں لوگ غلامی کے طوق میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ کونسا کام ہے جو آزادی کے پردہ میں آزاد غلام نہیں کر رہے اور جو ازمنہ گذشتہ میں غلام کرتے تھے۔

جنہیں انگلستان کے اخبارات پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ دیکھتے ہونگے کہ قریباً ہر ایک اخبار میں انہیں کوئی نہ کوئی عنوان "غلام محرر"۔ "کنیز عورتیں"۔ "غلام مزدور" وغیرہ وغیرہ کا نظر آتا ہے۔ اور جس کے ذیل میں انہیں موجودہ آزادی۔۔ خوفناک کرشمے نہ دکھائی دیتے ہوں۔ افسوس کہ اس مختصر سے مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس "مہذب غلامی" پر شرح و بسط سے بحث کی جاسکے۔ اس لئے میں اس دیباچہ کو ختم کر کے اپنے ناظرین سے گذارش کرتا ہوں کہ ان چند اوراق میں آپ کو اسلامی غلامی کے ایسے ایسے کرشمے نظر آئیں گے جن پر ہزار آزادیاں نثار کر دیجائیں۔

سب سے آخر میں میں اپنے عزیز ترین دوست جناب حکیم محمد حسین صاحب عرشی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کیلئے خاص طور پر نہایت لطیف اور مؤثر نظمیں لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کی صحت میں ترقی۔ طبع موزوں میں روانی اور دین و دنیا میں بہتری عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

غلام غلامانِ سرورِ دو جہاں

محمد سردار خان (نشاط)



(سیدنا) اسامہؓ

وہ اسامہؓ جو کہ منظورِ رسول اللہ تھا
کس قدر خوش بخت تھا کس درجہ مسعود ازل
کون تھا ہمپایۂ سبطِ رسولِ محترم
اے زمیں وہ پھول کیا پھوٹے تھے گلشن میں ترے
اے فلک پابندِ گردش تھے تری کیا وہ نجوم؟

وہ کہ حاصل تھا جسے مہرِ کنارِ مصطفیٰ
مصطفیٰ اس پر نثار اور وہ نثارِ مصطفیٰ
کون تھا سرمایۂ نازِ دیارِ مصطفیٰ
جن کی نکہت تھی نشاطِ نو بہارِ مصطفیٰ
تھا منور جن سے عہدِ نوربارِ مصطفیٰ

بسکہ معمور صداقت بود دل در سینہ ہا
از غبارِ کینہ فارغ داشتند آئینہ ہا

کس نوازش سے اسامہؓ کو مقرب کر لیا
آہ کیا پیار ابنی تھا اور کیا پیارے ندیم
عاطفت کے مہربانی کے نتائج تھے یہ سب
حرمت خونریزیِ مسلم ہوگئی بسکہ تھا
آج بھائی بھائی کا دشمن ہے بیٹا باپ کا
اے نشاطؔ آہم بھی ان اخلاق سے ہوں منحرف
میں کہ ہوں بھوتِ حیرت آئے ذوقِ گناہ

اس جہانِ رحمت و رأفت کے شاہنشاہ نے
کیسے نوراً گیں نتائج پائے تھے اس ماہ نے
دین کو شائع کیا کب جبر نے اکراہ نے
کلمہ گو کو دی پناہ اس طرح اس ذی جاہ نے
خود غرض سب کو کیا اما رۂ بدخواہ نے
جن کی دعوت دی ہر انساں کو رسول اللہ نے
مجھ کو بھٹکایا ہے میرے ہی دلِ گمراہ نے

کاش من محوِ تماشائے اسامہؓ بودمے!
خرم از دیدارِ مولائے اسامہؓ بودمے!

نشاطؔ امرتسری

حضرت اسامہؓ حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں۔ اور صحابہ کرام میں جو اُن کا درجہ ہے وہ اسی سے

ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے پیارے بیٹے سے فرماتے ہیں کہ:

"اُسامہ کا باپ زیدؓ حضور کی نگاہ میں تمہارے باپ عمرؓ سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اسامہؓ خود رسول اللہؐ کے نزدیک عمرؓ کے بیٹے عبداللہ سے زیادہ پیارا تھا"

تو کیا حضرت اُسامہؓ کوئی حسین شخص تھے؟ نہیں۔ سیاہ فام اور چپٹی ناک والے۔ تو کیا حضور کے قریبی رشتہ دار یا قریش کے کسی نہایت ذی عزت گھرانے سے تھے؟ نہیں صرف ایک غلام نہ صرف غلام بلکہ غلام ابن غلام۔

اللہ اکبر! ایک غلام زادہ اور اسکی یہ وقعت کہ سرورِ دوجہان اُسکے ناز اُٹھاتے ہیں۔ اگر اُن کو کوئی رنج پہنچتا ہے تو حضور بیتاب ہوجاتے ہیں۔ آؤ اس نازدلِ الٰہی کے کچھ حالات آپ کو سنائیں۔

حضرت اسامہ کا نسب آپ حضرت زیدؓ بن حارثہ بن شراحیل حضور سرورِ کائنات صلعم کے متبنی اور مولیٰ کے بیٹے تھے جن کا تذکرہ اسی کتاب میں بصفحہ ۴۴ آپ پڑھیں گے۔ آپ کی والدہ ام ایمن ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھلائی تھیں۔ آپ کی کنیت میں اختلاف ہے۔ بعض ابو محمد۔ بعض ابوزید۔ بعض ابو یزید اور بعض ابو خارجہ بیان کرتے ہیں۔ لوگ آپ کو حبِ رسول اللہ کے لقب سے پکارتے تھے۔

آپ کا اسلام آپ پیدائشی مسلمان ہیں۔ کیونکہ جسوقت ہجرت سے آٹھ سال قبل آپ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت زیدؓ مسلمان ہوچکے تھے۔ آپ اسلام میں پیدا ہوئے۔ اسلام ہی میں پھلے پھولے اور اسلام ہی میں واصل بحق ہوگئے۔

آپ کا حلیہ آپ کے والد حضرت زیدؓ اگرچہ حسین وجمیل آدمی تھے لیکن حضرت اسامہؓ کا رنگ سیاہ تھا اور ناک چوڑی چپٹی اور پھیلی ہوئی تھی۔ بعض کا بیان ہے کہ آپ کی توند بھی نکلی ہوئی تھی۔

آپکے والد حضرت زیدؓ کے حسین۔ گورے چٹے اور آپکے سیاہ فام ہونے پر بعض منافقین انگشت نمائی کیا کرتے تھے جس سے حضور کو بہت رنج ہوتا تھا۔

ایک دن آپ اور آپکے والد بارگاہ نبوی میں کپڑا اوڑھے اور منہ چھپائے بیٹھے تھے

صرف پاؤں ننگے تھے کہ عرب کا مشہور قیافہ شناس مجزز المدلجی حضور رسالت پناہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس کی نگاہ جب اِن دونوں کے پاؤں پر پڑی تو بول اُٹھا ان بعض هذه الاقدام لمن بعض۔ "ان میں سے بعض بعض سے ہے" یعنی ایک دوسرے کا بیٹا ہے مجزز کی زبان سے یہ الفاظ سُنکر حضور کو اسقدر خوشی ہوئی کہ آپ کی پیشانی مسرت سے چمک اُٹھی۔ آپ اُٹھے اور مسکراتے ہوئے حضرت عائشہ رضؓ کے پاس جاکر فرمانے لگے "عائشہ رضؓ تم نے سنا۔ مجزز نے ابھی ابھی زید رضؓ اور اسامہ رضؓ کے پاؤں کو دیکھ کر کہا کہ اِن میں بعض بعض سے ہے"۔

آپ کا لڑکپن چونکہ آپ اور آپکے والد دونوں حضور سرور کائنات کے آزاد کردہ غلام تھے آپ ہی کے گھر میں پرورش پاتے اور رہتے سہتے تھے۔ اور رہتے بھی اسطرح تھے جیسے کہ خود حضور کے اہل و عیال۔

حضور کو آپ سے محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ بچپن میں حضور ایک زانو پر آپ کو بٹھاتے اور دوسرے پر حضرت حسن رضؓ کو۔ پھر دونوں کو سینے سے لگاتے اور فرماتے "خدایا دونوں پر رحم کر"۔

خود حضرت اسامہ رضؓ کا بیان ہے کہ اکثر حضور حضرت حسن رضؓ اور مجھ کو ساتھ لیکر میدانوں میں نکل جاتے اور آسمان کیطرف دیکھ کر ارشاد فرماتے:۔

"اُے خدا میں اِن دونوں کو چاہتا ہوں پس تو بھی اِن دونوں کو محبوب رکھ"۔

ایکدن آپ دروازے کی چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ پیشانی پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔ حضور نے حضرت عائشہ رضؓ سے فرمایا:۔

"عائشہ رضؓ ذرا اس بیچارہ کا خون پونچھ دو"۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ مجھے کچھ گھن سی محسوس ہوئی اور ہچکچائی۔ حضور میری اس کراہت کو سمجھ گئے۔ خود اپنے لب مبارک سے خون کو چوسنا شروع کیا۔ چوستے جاتے تھے اور تھوکتے جاتے تھے۔ پھر فرمایا:۔

"مجھے اسامہ رضؓ سے اسقدر محبت ہے کہ اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اُسے بہت عمدہ عمدہ کپڑے اور زیو

پہنا تا اور سنوارتا تھا۔
ایکدن حضور حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کیلئے تشریف لئے جاتے تھے۔ حضور گدھے پر سوار ہوئے۔ اسکی پشت پر ایک چادر ڈالدی اور اسپر اپنے پیچھے آپ کو بٹھالیا۔
غرض اسی شفقت سے حضرت اسامہؓ سایہ عاطفت نبوی میں پرورش پاتے رہے۔

آپ کی ہجرت جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ آپ ہجرت سے آٹھ سال پیشتر مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے تھے جب حضور سرور کائنات ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ منورہ ہوئے تو آپکے والدبھی آپ کو لئے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچگئے اور وہیں حضور کے ساتھ رہنے لگے۔

آپ کی شادی جب آپکی عمر چودہ سال کی ہوئی تو حضور نے آپ کا نکاح زینب بنت حنظلہ بن قسامہ سے کردیا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد کسی نامعلوم سبب سے آپنے زینب کو طلاق دیدی۔
جسوقت حضور کو اس کی اطلاع ملی کہ اسامہؓ نے زینب کو طلاق دیدی ہے۔ حضور مجمع صحابہ میں تشریف لائے اور فرمایا:-
"جو شخص اسامہ کی شادی اپنی خوبصورت لڑکی سے کردیگا میں اُسکا سمدھی بنونگا"
یہ فرما کر حضور نے نعیم بن عبداللہ النحام کیطرف دیکھا۔ نعیم سمجھ گئے اور کھڑے ہوکر عرض کیا کہ حضور کا اشارہ میری طرف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"۔
حضرت نعیمؓ اٹھے اور نسبت منظور کرکے بڑی خوشی سے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت اسامہؓ سے کردیا۔ جس سے ابراہیم پیدا ہوئے جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے۔

حضور سرور کائنات کی اور عنائتیں ایکدن حکیم بن حزام نے حضور سرور کائنات کی خدمت میں ایک جوڑا پیش کیا جس کی قیمت پچاس اشرفیاں تھیں۔ چونکہ حکیم اسوقت تک اسلام نہیں لائے تھے حضور نے فرمایا کہ میں ہدیتاً اسے قبول نہیں کرسکتا ہاں اگر قیمتاً دو تو خرید سکتا ہوں۔ حکیم نے فروخت کردیا۔ حضور اُسے پہنکر جمعہ کا خطبہ پڑھنے کے لئے ممبر پر تشریف لیگئے اسکے بعد اُتار کر اُس قیمتی جوڑے کو حضرت اسامہؓ کے حوالہ کردیا۔
فتح مکہ معظمہ کے دن حضور سرور کائنات جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لاکھ کوشش کی

لیکن اندر داخل نہ ہو سکے صرف باہر سے جھانکتے رہے۔

ایام حج میں عرفات کے میدان سے لوگ مزدلفہ کی طرف ظہر کے بعد ہی روانہ ہو جاتے ہیں اتفاق سے حضرت اسامہؓ کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے۔ حضور رحمۃ اللعالمین نے عام حکم دیدیا کہ جبتک اسامہؓ نہ آئے قافلہ ٹھیرا رہے۔ جب حضرت اسامہ تشریف لائے اور یمن کے لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے کیا اسی سیاہ فام و کریہ منظر کے لئے ہم لوگ رو کے گئے تھے؟

منصور نے آپ کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا تو قافلہ روانہ ہوا اور محض انکی خاطر اپنے اونٹ کو تیز نہیں کیا بلکہ آہستہ آہستہ چلاتے رہے۔

کسی مہم کے متعلق حضور کو پتہ لگا کہ مسلمانوں نے اس میں حضرت خالدؓ سیف اللہ کو اپنا امیر بنایا ہے۔ اس مہم میں حضرت اسامہؓ بھی شریک تھے۔ حضور نے فرمایا کہ لوگوں نے اس شخص کو اس عہدہ کیلئے کیوں نہیں منتخب کیا جس کا باپ اللہ کے راستے میں شہید ہوا حضور کا اشارہ اسامہؓ کی طرف تھا کیونکہ آپ کے باپ جنگ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔

یہ حضور کی اس محبت کا نتیجہ تھا جو حضور کو آپ کے ساتھ تھی ورنہ آپ اس وقت محض ایک بچہ تھے۔

اس کے بعد حضور سرور کائنات نے اپنی اس خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ حضور نے اپنی وفات سے چند روز پہلے رومیوں کے ایک سرحدی مقام آبنی پر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اصحابہ جوق جوق جمع ہونے لگے یہانتک کہ حضرت عمرؓ ایسے جلیل القدر صحابی بھی اس لشکر میں شریک ہو گئے۔

جب فوج مرتب ہو چکی اور امیر کے تقرر کا کام باقی رہ گیا تو حضور نے حضرت اسامہؓ کو سر عسکر مقرر فرمایا۔ آپ کی عمر اسوقت ۱۸ سے ۲۰ برس تک تھی۔ مسن اور جنگ آزما صحابہؓ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ حضور نے تجربہ کار اور مسن لوگوں کو چھوڑ کر ایک بچہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا رفتہ رفتہ یہ خبر حضور کے کانوں میں بھی جا پہنچی۔ حضور اسی وقت اٹھے اور ممبر پر چڑھ کر ایک خطبہ دیا جس میں حمد و نعت کے بعد یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے نکلے:-

اسامہ کی فوج کو جانے دو۔ میری جان کی قسم تم آج اسامہؓ کے امیر جیش ہونے پر اسی طرح

طعن کر رہے ہو جس طرح اُسکے باپ (زید) کے امیر مقرر ہونے پر کیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ امارت کے لائق ہے اور اُسکا باپ بھی لائق تھا۔ وہ اور اُسکا باپ فاطمہؓ کے علاوہ میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ پس میں اسامہ کے ساتھ بھلائی کرنیکی وصیت کرتا ہوں"

ایک غلام اور غلام زادہ کی یہ عزت افزائی! صحابہ کرام نے حضور کا فرمان سُنکر گردنیں جُھکالیں گویا کہ اپنی چہ میگوئیوں پر نادم تھے اور وادی جرف میں آ آکر اکٹھے ہونا شروع ہوئے تاکہ منزل مقصود کیطرف روانہ ہوں۔

لشکر جمع ہو چکا تھا اور کوچ کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ یکایک حضور کی بیماری کی خبر پہنچی اور حضرت اسامہؓ نے کوچ کی ممانعت کر دی۔

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ بیماری کی شدت کی خبر سُنکر میں حضور کی عیادت کے لئے مدینہ میں آیا اُسوقت آپ پر غشی کی حالت طاری تھی۔ جب ہوش آیا تو حضور نے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور میری طرف اشارہ کیا جس سے میں نے سمجھا کہ حضور میرے لئے دُعا فرما رہے ہیں۔

حضور کا یہ مرض مرض الموت ثابت ہوا اور حالت دمبدم غیر ہونے لگی۔ صحابہؓ گھبرائے ہوئے پھر رہے تھے۔ لیکن جسوقت حضور ہوش میں آتے فرماتے کہ اسامہ کے لشکر کو جانے دو مگر اس حالت پریشانی میں نہ اسامہ جا سکے اور نہ ہی لشکر روانہ ہو سکا۔ یہانتک کہ حضور اپنے محبوب اعلیٰ سے جا ملے۔

حضور سرور کائنات کے وصال کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت اسامہؓ آپکے پاس آئے اور عرض کیا کہ حضور نے جسوقت مجھے اور میرے لشکر کو تیار کیا تھا وہ اور وقت تھا اور اب اور زمانہ ہے۔ عربوں کی بغاوت کا خدشہ ہے خدا نہ کرے کہ ایسا ہو لیکن اگر عرب مرتد ہو گئے تو پھر رومیوں سے زیادہ ضروری اُن کا راہ راست پر لانا ہے۔ اسلئے فی الحال آپ میرے جیش کی روانگی ملتوی فرما دیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت اسامہؓ کی یہ سب باتیں سُنیں اور پھر ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے:-

حضور سرکائنات کے فرمان مبارک کے عمل پذیر ہونے سے پہلے میں کوئی حکم دوں! خدا کی قسم اس سے بہتر تو یہی ہے کہ کوئی پرندہ مجھے اُڑا لیجائے۔ میں اپنے لئے اسکو زیادہ

پسند کرونگا - ہاں اگر تم عمرؓ کو اجازت دو تو ان کا میرے پاس رہنا مناسب ہے"

حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی اور وہ مدینہ میں ٹھیر گئے -

اسکے بعد حضرت اسامہؓ اپنے لشکر کو لیکر ابنی کیطرف روانہ ہوئے - فتحمندی ہمرکاب تھی - اسقدر کھرتی کہ رومیوں کو عربی لشکر کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی اور یہ سروں پرجا پہنچا - اور انہیں شکست دیکر سالم و غانم واپس ہوئے -

ہرقل (رومی بادشاہ) کو حضور کی وفات اور حضرت اسامہؓ کی تاخت کی خبر ایک ہی وقت میں پہنچی - جس سے اسکو سخت حیرت ہوئی اور کہنے لگا کہ یہ کس قسم کی الوالعزم قوم ہے کہ ایک طرف تو انکے نبی کا انتقال ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ ملک گیری میں مصروف ہیں -

حضور مذہبی معاملہ میں کسی کی رعایت نہ فرماتے

اوپر ہمنے وہ واقعات بیان کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو اسامہؓ کے حال پر بیحد شفقت تھی - اب ہم ایک دو ایسے واقعات بھی بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہو کہ باوجود اس شفقت و رافت کے جب کبھی کوئی قصور ان سے ہوا ضرور چشم نمائی کی -

ایک دفعہ حضرت اسامہؓ ایک جہاد سے واپس آئے - حضور سرور کائنات نے آپکو اپنے پاس بٹھا کر جہاد کے واقعات سننا چاہے - حضرت اسامہؓ بڑے مزے سے واقعات کو بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک واقعہ اس طرح بیان کیا :-

حضور! جب کافروں نے راہ فرار اختیار کی تو ہم نے ان کا تعاقب کیا - میں اور ایک انصاری شخص ایک مفرور پر جھپٹے اُسنے جب اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو اسکی زبان سے نکلا اشہد ان لا الہ الا اللہ - لیکن میں اپنا نیزہ چلا چکا تھا جس سے چھید کر وہ وہیں ڈھیر ہو گیا -

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں جسوقت میں نے یہ واقعہ بیان کیا حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے نہایت ہی سخت لہجہ میں فرمایا :-

اُسے اسامہ تم پر افسوس! تم لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دوگے -

اسے اسامہ تم پر افسوس! تم لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دوگے"

حضرت اسامہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اُسنے صرف جان بچانے کیلئے لا الہ الا اللہ کہدیا تھا -

حضورؐ نے پھر بھی یہی فرمایا:- "اُسے اسامہؓ لا الٰہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے"؟

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں قسم ہے اُسکی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا تھا آپ برابر اور دیر بار یہی فرماتے رہے یہانتک کہ ندامت کے مارے میری گردن نہ اُٹھتی تھی اور مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ:- اے کاش میرا گذشتہ اسلام کالعدم ہوجاتا اور میں آج مسلمان ہوا ہوتا۔"[1]

آخر میں نے بڑی عاجزی سے عرض کیا:- "حضور میں آج سے عہد کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرونگا جو لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو"۔

جب کسی صحابی سے کوئی معمولی قصور سرزد ہوتا اور حضورؐ اسکو چشم نمائی فرماتے تو وہ صحابی اپنی خطا کی معافی کیلئے حضرت اسامہؓ سے سفارش کرایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش کی کسی شریف زادی نے چوری کی اور گرفتار ہوکر خدمت نبوی میں حاضر ہوئی۔ حضورؐ نے جرم ثابت پاکر حد قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔

قریش کو اس میں اپنی توہین محسوس ہوئی اور ایک مجلس کرکے صلاح کی کہ حضرت اسامہؓ کو حضورؐ کی خدمت میں سفارش کرنے کو بھیجا جائے تاکہ حضورؐ اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم منسوخ فرمادیں۔

یہ مشورہ کرکے اُن کے چند آدمی حضرت اسامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفارش کیلئے کہا۔ حضرت اسامہؓ فوراً تیار ہوگئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام ماجرا بیان کردیا اور سفارش بھی کی۔ لیکن باوجود اس شفقت و محبت کے حضورؐ نے فرمایا اور بالکل صحیح فرمایا "اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے تم کسی حد میں سفارش مت کرو"۔

اس کے بعد آپ ممبر پر کھڑے ہوئے اور خطبہ فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:-

"تم سے پہلے جو قومیں تباہ ہوئی ہیں اُنکی بھی یہی عادت تھی کہ اگر کوئی شریف اُن میں چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور و غریب کرتا تو اُسپر حد قائم کرتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کریگی تو میں اُسکا ہاتھ بھی کاٹ ڈالونگا"۔

حضورؐ کی وفات کے بعد آپکا مسکن حضرت سرور کائنات کی وفات کے وقت آپکی عمر اٹھارہ یا بیس سال کی تھی۔ لیکن جسطرح حضرت بلالؓ کو محبوب کے بغیر دیار محبوب میں چین نہیں آتا تھا اسی طرح حضرت اسامہؓ بھی

---

[1] اسکا یہ مطلب ہے کہ یہ قتل میں نے کفر کی حالت میں کیا ہوتا۔ کیونکہ اسلام لانے سے حالت کفر میں جن گناہ سرزد ہوچکے ہوں وہ معاف ہوجاتے ہیں۔

مدینہ سے دِل برداشتہ ہو کر وادی القریٰ میں چلے گئے اور وہیں عمر کا بہت سا حصہ گذار دیا۔

آپ کی آمدنی آپکی گذر اوقات کا ذریعہ وہ وظیفہ تھا جو آپکو بیت المال سے ملتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسکی مقدار پانچہزار درہم تھی اس پر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے شکایت کی کہ آپ مجھے دو ہزار درہم عطا فرماتے ہیں اور اسامہ کو پانچہزار۔ حالانکہ اسامہ کو مجھ پر کوئی فضیلت نہیں۔ میں عُمر میں اُس سے بڑا ہوں۔ ہجرت میں نے اُس سے پہلے کی ہے۔ جن جن غزوات میں میں شامل ہوا ہوں وہ شامل نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ نے بیٹے کی یہ سب باتیں سُنیں پھر نہایت متانت سے وہ الفاظ فرمائے جو شروع میں لکھ آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"بیٹا سچ کہتے ہو میں نے یہ قصداً اور سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اسلئے کیا ہے کہ اسامہؓ کا باپ زیدؓ بن حارثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں تمہارے باپ عمر سے زیادہ محبوب تھا اور اسامہؓ خود حضور سرور کائنات کے نزدیک عمر کے بیٹے عبداللہ سے زیادہ عزیز تھا۔ پس میں نے جو کچھ کیا اسی لئے کیا"

حضرت اسامہؓ اور حضرت علیؓ جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت اسامہؓ نے اُنکی بعیت نہیں کی اور نہ ہی اُن کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے۔ اور فرمایا "اے علیؓ اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اژدہے کے مُنہ میں ڈالدیں تو میں بھی اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ ڈالدونگا۔ مگر آپ سُن چکے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا جب میں نے اُس شخص کو قتل کیا جو لا الہ الا اللہ کہہ چکا تھا لہذا میں آپ کے ہمراہ لڑنے سے مجبور رہوں کیونکہ اسکی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی ہے۔

جس واقعہ کی طرف حضرت اسامہؓ نے اشارہ کیا ہے اُسکا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ افسوس حضور کی وفات کے چند سال ہی بعد مُسلمان اُس اصول کو ایسا بھولے کہ گویا کبھی اُن کے کان اس سے آشنا ہی نہ تھے اور آپس میں مُسلمانوں کے گلے کاٹ کاٹ کر اس فعل بد کے ایسے مشاق ہوئے کہ اُنکی ضمیریں مُردہ ہوگئیں اور خسر الدنیا والآخرۃ کا فرمان گویا اُن ہی کے حق میں تھا۔ خدا مُسلمانوں کو سمجھ عنایت فرمائے۔

خدا فحش گو سے ناخوش رہتا ہے عبید اللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایکدن حضرت اسامہؓ مسجد نبوی کی

کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں مروان ایک جنازہ کی نماز پڑھنے کیلئے بلایا گیا جب وہ نماز جنازہ پڑھ کے لوٹا تو حضرت اسامہؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر کہنے لگا خدا تمہارا برا کرے تم چاہتے ہو کہ لوگوں پر تمہارا مرتبہ ظاہر ہو۔ اسکے علاوہ کچھ اور بھی برا بھلا کہا۔ اتنے میں حضرت اسامہؓ نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمایا اے مروان تو نے مجھے ایذا دی۔ تو بدگو اور فحش بکنے والا ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدگو اور فحش بکنے والے سے ناخوش ہوتا ہے۔

آپ کی وفات اخیر زمانہ خلافت معاویہؓ میں آپ جرف میں اقامت گزین تھے کہ پیام رحلت آپہنچا اور ۵۴ھ میں آپ انتقال فرما گئے۔ آپکی لاش کو مدینہ منورہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

آپ کی بیویاں اور اولاد فاطمہ بنت حنظلہ اور بنت نعیم کے علاوہ مختلف اوقات میں اور عورتوں سے بھی شادیاں کیں جنکے نام یہ ہیں۔ ہند بنت الفاکہ۔ درہ بنت عدی۔ فاطمہ بنت قیس۔ ام الحکم بنت عتبہ۔ بنت حمران السہمی۔ برزہ بنت ربعی عذریہ۔

ابن سعد لکھتا ہے کہ آپ کے لڑکے لڑکیوں کی تعداد کم و بیش بیس کے قریب ہے جن میں سے مندرجہ ذیل کے نام کتب سیر میں ملتے ہیں۔

حسن۔ حسین۔ ابراہیم۔ زید۔ جبیر۔ محمد۔ خارجہ۔ یزید۔ عائشہ۔ ہند۔

سیدنا بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ تری مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی اسی سے تری غمکدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا ایکدم کے لئے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں — ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ستم ہے شوق کی آتش کو مثل موج ہوا

خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

نظر تھی مثلِ سلیمان ادا شناس تری　　شرابِ دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثلِ کلیم سودا تھا　　اویس طاقتِ دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا　　ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیاسائید

ترے نصیب کا آخر چمک گیا اختر　　علیؓ کے سینے میں جو زار تھا کھلا تجھ پر
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر　　کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برقِ جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری　　کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
نمازِ عشق حسین حجاز ہے گویا　　یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا
اذاں ازل سے تری عشق کا ترانہ بنی　　نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اُسکا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا اُسکا

(اقبال)

گرمیوں کا موسم ہے اور عرب جیسے گرم ملک کی آتش فشاں لُو چل رہی ہے۔ مکہ معظمہ کے باہر ریتلی زمین پر جو کہ شدتِ گرما سے تپ تپ کر تانبے کی طرح سُرخ ہو رہی ہے۔ ایک سیاہ فام نوجوان چت لیٹا ہے اسکی چھاتی پر ایک بڑا وزنی پتھر رکھا ہُوا ہے۔ پاس ہی دو مغرور اور بیرحم شخص کھڑے ہیں اور بجائے اُسپر رحم کھانے کے خوش ہو رہے ہیں۔ نیچے سے زمین اور اوپر سے تپا ہوا پتھر اُسکے بدن کو جلا رہے ہیں اور وہ درد وکرب سے کراہ رہا ہے لیکن بجائے چیخنے چلانے کے اُسکی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ یہ ہیں۔ "اُحد احد"۔ جانتے ہو یہ کون ہے؟ یہ حضرت بلالؓ ہیں جو بعد ازاں حضور سرورِ کائنات کے مؤذن بنے۔ آؤ تمہیں ہم جان باختہ توحید کا حال سنائیں

حسب ونسب	آپ حبشی الاصل تھے۔ آپ کے باپ کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپکی کنیت

میں اختلاف ہے۔ بعض ابو عبد الکریم ۔ بعض ابو عبد اللہ اور بعض ابو عمرو بیان کرتے ہیں۔ کسی نے اس شعر میں آپ کے حبشی الاصل ہونے کو بڑے لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے :- ؎

حسنؓ ز بصرہ - بلالؓ از حبش - صہیبؓ از روم
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی است

حلیہ اور عہدہ آپ کا رنگ تیز گندمی یعنی سیاہ تھا۔ نحیف الجثہ اور طویل القامت تھے۔ آپ کی آنکھیں مثل سرخ انگاروں کے چمکتی تھیں۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ سینہ کشادہ تھا اور آواز بہت بلند و با رعب تھی۔ آپ کی بلندی آواز کے سبب حضور سرور کائنات نے آپ کو مؤذن مقرر فرمایا تھا۔ نیز آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانچی بھی تھے۔

آپکی حالت غلامی اور آزمائش آپ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب انہوں نے اسلام کا اظہار کیا تو آپ کا مالک آپ کا سخت دشمن ہو گیا۔ وہ اُن کے گلے میں رسی ڈالکر لڑکوں کے حوالہ کر دیتا تھا جو اُنہیں اسی حالت میں بازاروں میں کھینچے پھرتے تھے یہانتک کہ آپکی گردن رسی سے زخمی ہو جاتی۔ ابو جہل اُمیہ بن خلف کا بڑا دوست تھا اُسنے آپ کے لئے یہ سزا تجویز کی کہ آپ کو چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت پر منہ کے بل لٹا کر چکی کا پاٹ اُن پر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ امیہ بن خلف نے یہ رائے پسند کی۔ اس سے آپ کا بدن جل بھن جاتا اور سخت تکلیف سے آپ کا نالہ وشیون عرش اعلیٰ تک پہنچتا تھا۔ اُسوقت ابو جہل اور اُن کا مالک اُن سے کہتے کہ محمدؐ اور اُسکے پروردگار سے انکار کرو تو تمہیں اس تکلیف سے نجات ملیگی لیکن بجائے اسکے کہ آپ شدتِ تکلیف میں اُن کا کہا مانتے آپ احد احد کے نعرے لگاتے۔

ابن ہشام لکھتا ہے کہ جب دوپہر کی دھوپ کڑکتی تو امیہ بن خلف اُن کو مکے کے کنکریلے میدان میں چت لٹا دیتا اور ایک بھاری پتھر اُنکی چھاتی پر رکھوا تا اور کہتا کہ یہی حال رہیگا یہانتک کہ تو مر جائے یا محمدؐ کے دین کو چھوڑ کر لات اور عزّیٰ کی پرستش کرے۔ مگر بلال اُس وقت بھی احد احد ہی کہتے تھے ؎

غم میں رہے الم میں رہے جس طرح رہے
لیکن زبان پہ تذکرۂ یار ہی رہا

ایک بار آپ کو ایسی ہی تکلیف دی جارہی تھی کہ ادھر سے ورقہ بن نوفل کا گذر ہوا تو
آپ کو اس سخت عذاب میں دیکھ کر کہا اے بلال احد احد کہے جاؤ خدا کی قسم اگر اس عالت میں
مرجاؤ گے تو ہم تمہاری قبر کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ رحمت بنائینگے۔

آپ کی اس حالت زار کی خبر حضور رحمۃ اللعالمین کو برابر پہنچتی تھی اور آپ کا رحیم دل ان کی
اس حالت کو سن سن کر کڑھتا تھا۔ لیکن مجبور تھے۔ آخر ایک روز آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ
سے فرمایا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم بلال کو مول لے لیتے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق جب حضور رحمۃ اللعالمین سے الگ ہوئے تو سیدھے حضرت عباسؓ کے
پاس تشریف لیگئے۔ حضرت عباسؓ ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ اور اُن سے فرمایا کہ آپ
بلال کو ہمارے لئے خریدو۔ چنانچہ عباسؓ اُسی وقت بلال کے مالک کے پاس پہنچے اور اُس سے کہا
کیا تم اس غلام کو بیچوگے۔ اُسنے کہا یہ بڑا خبیث و بدباطن ہے تم اسکو لیکر کیا کروگے اور اسی طرح
حیلوں بہانوں سے اُنہیں ٹالدیا۔ حضرت عباس پھر دوبارہ اُس سے ملے اور حضرت بلالؓ کی قیمت
دریافت کی۔ آخر بہ اقوال متفرق پانچ سات یا نو اوقیہ قیمت مقرر ہوئی جو فی الفور ادا کر دیگئی۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جسوقت انہیں مول لیا گیا ہے اُسوقت بھی سخت تکلیف دیجارہی تھی۔
اور آپ ایک پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔

بھائی چارہ مکہ معظمہ سے جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے تو وہ بالکل بے سروسامان تھے
اپنے ماں باپ۔ بھائی بہنوں اور تمام خویش و اقربا سے جدا ہو گئے تھے۔ اگرچہ اُنکی قوت ایمانیہ اسقدر
زبردست تھی کہ وہ اسلام کیلئے ہر ایک تکلیف کو بڑی خوشی سے برداشت کرتے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک
مسلمان دوسرے مسلمان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا تھا اور اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو مصداق

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

تمام مسلمان یہانتک کہ خود رسول اللہ علیہ وسلم اُسکو ایسا ہی محسوس کرتے تھے گویا کہ خود اُنہیں
تکلیف پہنچی ہے۔ لیکن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ
بٹانے کے لئے دو دو مسلمانوں کا بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پہلے تو ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار میں

بھائی چارہ قائم کرتے گئے۔ لیکن جب انصار ختم ہوگئے تو پھر مہاجرین کا آپس میں بھائی چارہ مقرر کیا گیا۔ اسوقت بقول مصنف استیعاب حضرت بلالؓ کا بھائی چارہ جبیدۃ الحارث بن المطلب یا ابی رویحہ خثعمی کے ساتھ قائم کیا گیا۔

مگر مصنفان اسد الغابہ اور اصابہ لکھتے ہیں کہ آپ کا بھائی چارہ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح سے کیا گیا۔

مکہ کی یاد آپ اکثر مکہ معظمہ کی یاد میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ اور جب آپ پہلے پہل ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے اور بخار میں مبتلا ہوئے تو اُسوقت بھی یہی اشعار وردِ زبان تھے:۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ

بواد وحولی اذخر وجلیل

اے کاش معلوم ہوتا کہ کوئی رات مجھے ایسی نصیب ہوگی کہ ایک وادی میں سوتا ہوں اور اُسکے آس پاس اذخر اور جلیل (مکہ کی دو گھاس) لگی ہوں۔

اھل اردن یوماً میاہ مجنۃ

وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

اور کبھی مجھے آب مجنہ کے کنارے اُترنا نصیب ہوگا اور سامنے شامہ اور طفیل (پہاڑیاں) کی چوٹیاں بھی نظر آئینگی؟

جنگ بدر میں شرکت جنگ بدر میں آپ حضور سرورِ کائنات کے ہم رکاب تھے مصنف اسد الغابہ اور استیعاب لکھتے ہیں کہ آپ ہی نے امیہ بن خلف کو (جنکے آپ غلام تھے اور اُسنے آپکو سخت تکلیفیں دی تھیں) قتل کیا۔

لیکن واقدی قتل امیہ کے متعلق کئی مختلف روایتیں لکھتا ہے جنمیں سے ایک روایت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف جو کسی زمانہ میں امیہ بن خلف کے دوست تھے اُس سے میدان جنگ میں ملے آپ نے اُسے اور اُسکے بیٹے علی کو آگے لگالیا اتنے میں حضرت بلالؓ کی نظران دونوں پر پڑی بلالؓ اُسوقت آٹا گوندھ رہے تھے۔ اُنہوں نے آٹا گوندھنا چھوڑ دیا اور اپنے ہاتھ کا آٹا زور زور سے ملکر چھڑانے لگے اور پکارتے جاتے تھے اے گروہ انصار امیہ بن خلف سرغنہ اہل کفر ہی اگر بچگیا تو میں نہ بچونگا۔ یہ سنکر مسلمان اُمیہ کیطرف دوڑے۔

خبیب بن یساف نے آگے بڑھکر اُمیہ کا مقابلہ کیا اور اُسکو قتل کردیا لیکن خود بھی سخت زخمی ہوا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ رفاعہ بن رافعہ نے سخت مقابلہ کے بعد اُسکو قتل کیا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ معمر بن خبیب نے اُسکو قتل کیا اور خباب نے اُسکے بیٹے علی کو۔

بلالؓ غزوہ ذاامر میں

یہ غزوہ ۳ھ میں وقعہ ہوا۔ حضرت بلالؓ بھی اس میں حضور سرور کائنات کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں دشمنوں میں سے ایک شخص مسمی حبار ملا۔ حضور نے اسکو گرفتار کرکے آپکے حوالہ کردیا تاکہ وہ اس سے مفسدین کے سراغ لگانے میں مدد لیں چنانچہ وہ آپ کو لئے ہوئے ایسی راہ سے ایک پہاڑی پر لے آیا کہ جہاں مفسد چھپے ہوئے تھے لیکن وہ مفسد اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

بلالؓ جنگ احد میں

چونکہ حضرت بلالؓ حضور کے عاشق تھے اُن سے جدا ہونا نہیں چاہتے تھے آپ ہر وقت سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہتے اور اذان دیتے۔ چنانچہ جنگ احد میں حضور اقدس مدینہ سے نکلکر مقام شیخین میں مقیم ہوئے تو اُسوقت بھی آپ ہی نے وہاں شام اور عشا کی اذان کہی۔

بلالؓ جنگ خیبر میں

جسوقت خیبر فتح ہوگیا اور ابی الحقیق کے دونوں بیٹے اپنے عہد کے مطابق قتل ہوگئے اور اُن کے اہل و عیال حسب مثل کردنی خویش آمدنی پیش اسیر ہوئے تو اُن میں مشہور بدزبان مفسد، اور دشمن رسول اللہؐ حی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی تھی جو اُن میں سے ایک کی بیوی تھی حضور نے اُن کو بلالؓ کے سپرد کردیا تاکہ وہ اُنہیں حضور کے خیمہ میں پہنچادیں۔

حضرت بلالؓ ابی الحقیق کے اہل و عیال کو لئے ہوئے اُس راستہ سے گذرے جہاں کہ اُنکی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ حضور کو حضرت بلالؓ کی اس حرکت پر سخت رنج ہوا۔ اور جسوقت وہ صفیہ کو آپکے خیمہ میں پہنچا کر واپس آئے تو حضور رحمۃ اللعالمین نے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

"اے بلال کیا تو نے اپنے دل سے رحم کو نکال ڈالا ہے۔ کیا تجھے اس کمسن لڑکی پر ترس نہ آیا تو اُسکو مقتولوں کی طرف کیوں لے گیا"

بلالؓ:۔ حضور میں چاہتا تھا کہ صفیہ کو وہ حالت دکھادوں جو اُسکو شاق تھی۔ یا رسول اللہؐ آپ مجھے اب کے معاف فرمائیں آیندہ کبھی ایسا نہ ہوگا۔

جب حضور خیبر سے واپس تشریف لارہے تھے راستہ میں ایک رات حضور نے فرمایا کون ایسا شخص ہے

جو کچ رات کو ہماری حفاظت کرے۔ کیونکہ رات تھوڑی سی رہ گئی ہے شاید ہمیں نیند آجائے اور صبح کی نماز قضا ہوجائے۔ بلال رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جاگتا رہونگا۔ پس حضور اور سب صحابہ ہیں سو رہے اور بلال رضؓ نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ اسکے بعد مشرق کیطرف مُنہ کرکے صبح کے انتظار میں لاٹھی کے سہارے بیٹھے رہے۔ یہانتک کہ آپکو بھی اسی حالت میں نیند آگئی۔ سورج چڑھ گیا اور اسکی تیز تیز کرنوں کی حرارت نے حضور کو بیدار کردیا۔ حضور نے بیدار ہوتے ہی بلال رضؓ سے فرمایا کہ یہ تونے کیا کیا۔ بلال رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے حضور کو سُلایا اُسی نے مجھ کو سُلایا۔ حضور نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ پھر آپ نے تمام صحابہ کو جگایا اور اُس مقام سے کچھ دُور جاکر وضو کیا۔ پھر تمام صحابہ نے بھی وضو کیا۔ پھر بلال رضؓ نے تکبیر کہی اور حضور نے تمام صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور فرمایا کہ جب تم نماز کو بھول جاؤ تو پھر جسوقت یاد آجائے اسی وقت اُسکو پڑھ لو کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام خانگی اور ذاتی معاملات کا انتظام حضرت بلال رضؓ کے متعلق تھا۔ یہ انتظام جسطرح انجام پاتے تھے اُسکا حال جس تفصیل سے خود حضرت بلال رضؓ نے بیان کیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات کے متعلق اسلام کسقدر بے تعصب اور فیاض تھا۔ حضرت بلال رضؓ خود فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس کوئی سرمایہ نہیں تھا۔ ابتدائے بعثت سے تادم وصال میں ہی آپکے مصارف کا انتظام کرتا تھا۔ چنانچہ آپکی خدمت میں جب کوئی برہنہ تن مسلمان آجاتا تو میں آپ کے حکم سے جاکر پہلے قرض لیتا پھر اُس سے کپڑا خرید کر اُسکو پہناتا اور کھانا خرید کر کھلاتا تھا۔ اس معمول کو دیکھکر ایکدن ایک مشرک نے مجھ کو راہ میں کہا کہ میں دولتمند آدمی ہوں مجھی سے قرض لیلیا کرو اور کسی سے نہ لو۔ چنانچہ میں نے اُسی سے معاملہ کرلیا۔ ایکدن وضو کرکے اذان دینے کیلئے اُٹھا تو میں نے دیکھا کہ تاجروں کی جماعت کے ساتھ وہ آرہا ہے جب اُسنے مجھے دیکھا تو مُنہ بناکر سخت لہجہ میں کہا "اے حبشی تجھے معلوم ہے کہ مہینہ کب ختم ہوگا"۔ میں نے کہا اب ختم ہی ہوا چاہتا ہے اُسنے کہا اب صرف چار دن رہ گئے ہیں تم پر جو قرض ہے اب وصول کرلونگا نتیجہ یہ ہوگا کہ جسطرح تم پہلے بکریاں چراتے پھرتے تھے اُسی طرح مفلس ہوکر سرگشتہ پھروگے۔ مجھے یہ سُنکر نہایت رنج ہوا۔ نماز عشاء کے بعد جب حضور گھر میں تشریف لائے تو اذن طلب کرکے حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ جس مشرک سے

میں قرض لیا کرتا تھا اُسنے آج مجھ سے نہایت سختی کے ساتھ گفتگو کی - نہ آپؐ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس کہ اسکا قرض ادا کروں - وہ میری عزت و آبرو کے پیچھے پڑ گیا ہے - آپ مجھے اجازت دیجئے کہ کسی مسلمان قبیلہ میں اُسوقت تک کیلئے بھاگ جاؤں جب تک خدا آپ کو قرض ادا کرنے کے قابل بنا دے - یہکر میں آپکی خدمت سے واپس آیا - تلوار - ڈھال - توشہ دان اور جوتے کو سرہانے رکھ کر سو گیا اور صبح کاذب ہونے کے ساتھ ہی بھاگ نکلنے کا ارادہ کر لیا - اسی حالت میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہ تمہیں حضورؐ بلا رہے ہیں - میں گیا تو چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی نظر آئیں جن پر سامان لدا ہوا تھا - حضورؐ نے فرمایا قرض کے ادا کرنے کا سامان تو ہو گیا کیا تم نے اونٹنیاں نہیں دیکھیں - پھر آپؐ نے فرمایا تم ان کو معہ اُس غلّہ اور کپڑے کے جو انپر لدا ہوا ہے لیجاؤ اور اُس سے قرض ادا کر دو - فدک کے بادشاہ نے اُن کو میرے پاس بطور تحفہ کے بھیجا ہے - میں قرض دیکر پلٹا تو حضورؐ نے پوچھا کہ "سب قرض ادا ہو گیا؟" میں نے کہا - "ہاں اب کچھ باقی نہیں ہے" -

غرضیکہ حضور سرور کائنات کی زندگی میں آپ ہر دم حاضر خدمت رہے - لیکن حضورؐ کے واصل بحق ہونے پر آپ کو مدینہ سُونا دکھائی دیتا تھا - کہاں وہ زمانہ کہ آپ کے محبوب ہر وقت آپ کے سامنے چلتے پھرتے اور شکر ریزی کرتے دکھائی دیتے تھے یا اب یہ وقت ہے کہ آپ اُن مقامات کو تو ویسا ہی دیکھتے ہیں مگر محبوب نظر نہیں آتا - سچ ہے ؎

بے وصلِ یار لذتِ باغِ جناں کہاں
شرفِ مکیں جب نہیں شرفِ مکاں کہاں

جب حضورؐ کی مفارقت میں بیچینی حد سے بڑھ گئی تو آپؓ نے چاہا کہ مدینہ کو چھوڑ کر ملک شام کیطرف چلے جائیں اور شہید ہو کر اپنے محبوب سے جا ملیں - چنانچہ یہ ارادہ کر کے آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضور سرور کائنات کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ میری اُمت کے اعمال میں سب سے افضل جہاد فی سبیل اللہ ہے لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ محض اللہ کی خوشنودی کیلئے سرحد پر چلا جاؤں یہانتک کہ قتل ہو جاؤں -

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بلالؓ میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں اور اپنے حق و حرمت کا واسطہ دلاتا ہوں کہ تم میرے ہی پاس رہو -

آپ نے [illegible] کہا کہ اگر آپ نے مجھے اپنے نفس کیلئے آزاد کیا ہے تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ نے مجھے خوشنودی [illegible] عزوجل کیلئے آزاد کیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں اللہ عزوجل کیطرف چلا جاؤں۔ [illegible] ابوبکرؓ نے نہایت عاجزی سے کہا بلالؓ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت قریب ہی ایسی حالت میں تم مجھ سے جدا نہ ہو اور مسجد نبوی میں پہلے کی طرح اذان دیتے رہو۔ یہ سنکر آپ کا دل بھر آیا اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس مدینہ میں ہی رہ گئے۔

سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو آپ امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رخصت طلب کی حضرت عمرؓ نے نہ مانا اور فرمایا اے بلال! تمہیں اذان دینے سے کون چیز مانع ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی یہانتک کہ آپکی وفات ہو گئی۔ پھر میں نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اذان دی کیونکہ وہ میرے ولی النعمت تھے یہانتک کہ انکی بھی وفات ہو گئی اور میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن چکا ہوں کہ اے بلال کوئی عبادت جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھکر نہیں۔ اسلئے میں جہاد میں شریک ہونے کو چلا ہوں۔ یہ کہکر آپ چلدیئے اور عمرو بن العاصؓ کی فوج میں جاکر شامل ہو گئے۔

جنگ قیساریہ میں جب قسطنطین نے عمرو بن العاص کے لشکر سے عارضی صلح کرنی چاہی اور اپنا قاصد اسلامی لشکر میں بھیجا تو اسوقت آپ اسلامی لشکر میں موجود تھے۔

رومی قاصد نے عمرو بن العاصؓ سے آکر عرض کیا کہ ہمارا شہزادہ بڑا رحمدل ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ زیادہ خونریزی ہو۔ پس آپ کسی صائب الرائے اور فصیح و بلیغ شخص کو بھیجیں جو معزز عرب ہو تاکہ وہ شرائط صلح طے کرے۔

عمرو بن العاصؓ نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ تم میں سے کون اس کام کیلئے آمادہ ہے یہ سنکر حضرت بلالؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمروؓ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا اے بلالؓ ایک تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت نے آپ کے حواس پر بہت گہرا اثر کیا ہے۔ دوسرے آپ اہل عرب سے نہیں ہیں اور نہ ہی اہل عرب کی سی فصاحت بلاغت آپکی زبان میں ہے۔ تیسرے مجھے ڈر ہے کہ کہیں مغرور شہزادہ آپ سے ملاقات کرنے سے انکار نہ کر دے۔ اسلئے مجھے آپ کے بھیجنے میں کچھ تامل ہے۔ گو ہماری نگاہوں میں آپکی بے انتہا قدر و منزلت

لیکن وہ نصرانی آپ کی قدر و منزلت کو کیا جانے۔

حضرت بلالؓ بولے اے عمروؓ انہیں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ ضرور مجھے ہی بھیجو ان شاء اللہ اس کام کو نہایت عمدگی سے نباہونگا۔

عمرو بن العاص نے کہا کہ آپنے مجھے بڑی قسم دلائی ہے اب میں آپ کو نہیں روک سکتا پس آپ تشریف لیجائیں اور شہزادہ سے ملکر اسلام کی خوبیاں اُسپر ظاہر فرمائیں۔

حضرت بلالؓ نے کہا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

آپ عمرو بن العاص سے رخصت ہوکر قاصد کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ امیر نے مجھے تمہارے شہزادہ کے ساتھ گفتگو کرنے کو بھیجا ہے قاصد آپ کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور کہنے لگا کہ عرب امیر کے پاس کوئی معزز آدمی نہیں ہاجو وہ ایک حبشی غلام کو سفارت پر بھیج رہا ہے۔ ہمارا شہزادہ تو تم سی ملاقات نہیں کریگا۔

حضرت بلالؓ نے کہا اے رومی! اگرچہ میں حبشی ہوں لیکن اہل اسلام میری بڑی عزت کرتے ہیں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن ہوں اور تمہارے شہزادہ سی گفتگو کرنے سی عاجز نہیں ہوں۔

رومی:۔ اچھا میں تم کو لئے چلتا ہوں مگر شہزادہ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے میں اُس سے تمہارے آنے کی اطلاع کرونگا۔ اگر شہزادہ نے اجازت دی تو پیش کرونگا ورنہ نہیں۔

رُومی قاصد حضرت بلالؓ کو ساتھ لئے رومی کیمپ میں آیا اور اُن کو شاہی خیمہ کے باہر کھڑا کر کے شہزادے کو اطلاع دی کہ عرب امیر نے آپسے گفتگو کرنے کے لئے ایک حبشی غلام کو بھیجا ہی۔ شاہزادہ کیا جانتا تھا کہ اسلام میں حقیقی بزرگی کیا چیز ہوتی ہے۔ اس نے ایک حبشی غلام سے ملنے میں اپنی ہتک سمجھی اور سخت برافروختہ ہوکر کہنے لگا کہ عرب سردار نے ہمیں اسقدر حقیر سمجھا ہی جو ایک ذلیل حبشی غلام کو گفتگو کرنے کو بھیجا ہے۔ جاؤ اسکو واپس کردو اور کہدو کہ شہزادہ تم سے بات چیت کرنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ اگر عربی سردار کو ہم سی بات چیت کرنی منظور ہے تو وہ خود آئے۔

حضرت بلالؓ شہزادہ کی اس نخوت آمیز کلام سے سخت بیدل ہوکر واپس اسلامی کیمپ میں چلے آئے اور تمام ماجرا عمرو بن العاص سے بیان کردیا۔

حریت اسلامی کی حیرت انگیز مثال

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جبوقت سیف اللہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی اور فوج سے علیحدگی کا حکم بھیجا تو حکم نامہ میں الفاظ لکھے تھے
خالدؓ کی مشکیں اُن کے عمامہ سے باندھیں۔ کلاہ سر پر سے اُتار لیں۔ اور مجمع عام میں کھڑا کرکے اُن سے
دریافت کریں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

حضرت امین الامۃ نے فی الفور حضرت خالدؓ کو قنسرین میں طلب فرمایا۔ مجمع عام تھا۔ تمام شرفائے عرب بیٹھے تھے لیکن خاموش۔ اتنے میں حضرت بلالؓ اُٹھے اور انہوں نے بھری محفل میں حضرت خالدؓ کی پگڑی اُتار کر اُنکی مشکیں کس دیں۔ اب عربوں کی اس غیرت و حمیت پر نظر کرو کہ اپنے سے کسی کم رتبہ شخص کے ہاتھوں مرنا بھی بے عزتی خیال کرتے تھے۔ یا اب یہ حالت ہے کہ ایک حبشی غلام اُٹھ کر شریف اور بہادر ترین عرب کی اس طرح پگڑی اُتار کر مشکیں کس دیتا ہے لیکن کسی کے دل میں یہ خیال نہیں گذرتا کہ شریف اور عالی نسب عربوں کی موجودگی میں امیر المومنین کے حکم کی تعمیل ایک حبشی کیوں کرتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اُن کے دل میں اب ایسا خیال آ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ اسلام کی پاکیزہ تعلیم نے اُن کے دل سے کبر و غرور کو دور کرکے یہ نقش جما دیا تھا کہ قومی شرافت کوئی چیز نہیں۔ خداوند عالمین کی نظر میں شرافت و نجابت صرف متقی کیلئے ہے اور بس۔

فتح دمشق کے بعد آپ دمشق کے متصل قصبہ جابیہ میں مقیم ہو گئے اور جس وقت بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ بھی اُنکی زیارت کیلئے جابیہ سے بیت المقدس پہونچے۔ حضرت عمرؓ فاروق بہ کمال محبت پیش آئے اور انہی کی درخواست پر آپ سے نماز جمعہ کے وقت اذان کہنے کی فرمائش کی آپ نے قبول فرمایا لیکن جونہی آپ کی آواز بلند ہوئی تمام مسلمانوں کو سرور کائنات کا زمانہ یاد آ گیا۔ اور فراق نبوی میں عاشقان صادق زار زار رونے لگے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور دیر تک اُن پر رقت کا عالم طاری رہا۔

اسلامی مساوات

اسلام نے جو برادری قائم کی اسکی ایک ادنی مثال آپکی ذات اور دیگر صحابہؓ کے تعلقات میں نظر آتی ہے۔ خیال کرو کہ جنگ بدر میں قریش نے جب مسلمانوں سے مبارز طلب کئے اور اُن کے مقابلہ کیلئے انصار میں سے میدان میں نکلے تو قریش نے اہل مدینہ سے لڑنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ انصار ہمارے ہم کفو نہیں۔ ہمسے لڑنے کے لئے ہم جیسے شریف النسل ہونے چاہئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت امیر حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ رضی اللہ عنہم کو مقابلہ کیلئے بھیجا تو انہوں نے اُن سے لڑنا منظور کیا۔

یہ تو تھی اہلِ عرب کی نخوت ایامِ جاہلیت میں لیکن ایسے ہی عرب ہیں کہ اسلام لانے کے بعد حضرت بلالؓ جیسے حبشی کو اپنے سے معزز اور بزرگ سمجھتے ہیں اور اُن کی خواہش ترویج پر انہیں اپنی لڑکی دینے سے انکار نہیں۔ اِس واقعہ کو علامہ شبلی مرحوم نے اس طرح نظم کیا ہے:۔

بدر میں معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کفر — عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میدان میں بڑھا تیغ بکف — ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر
اس طرح اس نے مبارز طلبی کی پہلے — مردِ میدان کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر
سن کے یہ لشکرِ اسلام سے نکلے پیہم — تین جانباز کہ اک ایک تھا اُس کا ہمسر
سامنے آئے جو یہ لوگ تو عتبہ نے کہا — کس قبیلے سے ہو کیا ہے نسب جد و پدر
بولے ہم وہ ہیں کہ ہے نام ہمارا انصار — ہم ہیں شیدائے اسلام ہے ہر فرد و بشر
جاں نثارانِ رسولِ عربی ہیں ہم لوگ — اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھ دیں سر
بولا عتبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو — گو شریفوں کہ معزز ہے اولادِ قمر
تم سے لڑنا تو ہمارے لئے ہے مایۂ عار — کہ نہیں تیغِ قریشی کے سزاوار یہ سر
کہہ کے یہ اس نے کیا سرورِ عالم سے خطاب — اے محمد یہ نہیں شیوۂ اربابِ ہنر
جنگ ناجنس سے معذور ہیں ہم آلِ قریش — بھیج اُن کو جو ہوں لڑنے میں ہمارے ہمسر
آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں — حمزہؓ و حیدرؓ کرار نے لی تیغ و سپر
اُن سے عتبہ نے جو پوچھا نسب و نام و نشاں — بولے یوں کہ کہ ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر
بولا عتبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز — آؤ اب تیغِ قریشی کے دکھائیں جوہر

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالبِ کفو — یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر
بارگاہِ نبوی کے جو مؤذن تھے بلالؓ — کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں — جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلامِ حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں — یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہش تزئین بھی ہے — ہے کوئی جسکو نہ ہو میری قرابت سے غرض
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے ہو منظور — جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب فتح بیت المقدس کے بعد حضرت عمرؓ جابیہ میں تشریف لے گئے تو حضرت بلالؓ نے ان سے درخواست کی کہ انہیں شام میں رہنے کی اجازت دیں چنانچہ انہوں نے منظور کر لیا بلالؓ نے کہا میرے بھائی ابو رویحہ کو بھی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کرا دی تھی میرے پاس ہی رہنے دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تمہارے بھائی کو بھی میں نے اجازت دی۔ چنانچہ یہ دونوں خولان کے ایک محلہ میں رہنے لگے۔

حضرت بلالؓ نے اہل محلہ سے فرمایا کہ ہم تمہارے پاس نکاح کی درخواست کرنے کو آئے ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے اب اللہ نے ہمیں ہدایت دی۔ غلام تھے اللہ نے ہمیں آزاد کر دیا ہم فقیر تھے اللہ نے ہمیں غنی کر دیا۔ پس اگر تم اپنی لڑکیوں کا نکاح ہمارے ساتھ کر دو تو الحمد للہ اور اگر ہماری درخواست نامنظور کرو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان لوگوں نے آپ کی درخواست منظور کر لی اور اپنی لڑکیوں کا ان سے نکاح کر دیا۔

دیدار محبوب | آپ جابیہ میں مشغول عبادت و ریاضت تھے کہ ایک رات خواب میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اے بلالؓ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کیلئے آؤ

ملنے کو مجھ سے کہہ گئے وہ آ کے خواب میں
جس کا نہ تھا خیال ہوا خوب ہی ہوا

صبح جو وقت آپ بیدار ہوئے تو یاد حضور میں سخت بے چین تھے۔ خوشا وہ خواب کہ جس میں محبوب کی زیارت ہو سکے

ہائے اس خواب پہ قرباں مری جاں ہو جائے
ہو گئے جس سے مرے طالع خفتہ بیدار

دل بے چین ہو [illegible] اسی وقت رخت سفر باندھا اور مدینہ کی راہ لی مدینہ منورہ پہنچ کر سیدھے حضور سرور کائنات رحمۃ للعالمین کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ جوش محبت سے بے اختیار [illegible] طرح [illegible] کر رونے لگے۔

آپ اسی حالت میں تھے۔ اشک آنکھوں میں تھمتے ہی نہ تھے۔ دل بیقرار کو قرار ہی نہ آتا تھا کہ اتنے میں حضرت حسینؓ ادھر آنکلے۔ محبوب کی یہ نشانیاں دیکھ کر بیتاب نہ اٹھے ان سے لپٹ گئے اور بہت پیار کیا۔ ؏ گلہا ایشاں خوش مدم کشایوئے کسے وارید۔

حضرت حسینؓ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آج صبح کی اذان آپ دیں۔ آپ نے انکے ارشاد کی تعمیل کی اور اذان کہنے کے لئے مسجد کی چھت پر چڑھے۔ جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو سارا مدینہ ہل گیا۔ پھر جب اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تو لوگوں کو وجد آگیا اور اشہدان محمد الرسول اللہ کی صدا پر تو عورتوں تک پردوں سے باہر آگئیں حضور رسول خدا کا زمانہ آنکھوں میں پھر گیا اور مدینہ میں کوئی ایسا مرد یا عورت نہ رہا جو زار زار نہ رویا ہو۔ اور آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

آپکی قدر و منزلت جیسے آپ سرور عالم فداہ ابی و امی کے عاشق تھے ایسے ہی حضور کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ تمام صحابہؓ آپکی قدر و منزلت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے سردار تھے اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا اور سچ تو یہ ہے کہ اسلام نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی جو تعلیم فرمائی ہو آپ اسکی زندہ مثال تھے۔

رؤسا پر غلاموں کو ترجیح ایک دفعہ ابوسفیان۔ حارث بن ہشام سہیل بن عمر رؤسا قریش اور بلال و صہیب وغیرہ غلام ایک ہی وقت میں حضرت عمرؓ سے ملنے آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے پہلے غلاموں کو جو سابق الاسلام اور جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے اندر بلالیا۔ اور رؤسا قریش کو بعد میں بلایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے حضرت بلالؓ سے خفا ہو گئے اور کہنے لگے اے لونڈی کے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سنا تو ابوذرؓ سے فرمایا اے ابوذر! تو نے بلالؓ کو ماں کی گالی دی ہے تو وہ آدمی ہے جس میں جاہلیت کی خصلت ہے۔ تمہارا گنوار پن ابھی زائل نہیں ہوا۔ اسکے بعد حضور نے ابوذرؓ کو نہایت نرمی اور شفقت سے سمجھانا شروع کیا:۔

ابوذر تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی کسی کو محض اسکے غلام ہونے کے سبب ذلیل نہ سمجھو جس طرح اپنے بھائی کو ذلیل نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تمہارے سپرد کیا ہے۔ چاہئے کہ

اُنہیں ایسے کھانے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسے کپڑے پہناؤ جیسے خود پہنتے ہو اور ان
پر اتنا بوجھ ڈالو کہ وہ مغلوب عاجز آجائیں اور اگر کبھی بضرورت تم کسی مشکل کام کی تکلیف
اُنہیں دو بھی تو اُن کا ہاتھ بٹاؤ"۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلماتِ طیبات سے حضرت ابوذرؓ ایسے متاثر ہوئے
کہ فوراً حضرت بلالؓ سے معافی مانگی اور اپنا گال زمین پر رکھ کر کہنے لگے میں اپنا گال زمین پر سے
اُس وقت تک نہیں اُٹھاؤنگا جب تک بلالؓ اپنے پاؤں سے اُسکو نہ روندیں۔

حضور کی اس نصیحت کا ابوذرؓ پر یہ اثر ہوا کہ جب ابوذرؓ گھر سے باہر نکلتے اور غلام بھی
ساتھ ہوتا تو لوگ دیکھتے کہ جو کپڑا اپنے بدن پر ڈالے ہوئے ہیں ٹھیک اُسی قسم کا پیراہن غلام
پہنے ہوئے ہے۔ لوگ کہتے کہ حضرت جو چادر آپ نے غلام کو دیدی ہے اگر اسے بھی آپ ہی اوڑھتے
تو شان و شوکت کے علاوہ لباس بھی مکمل ہو جاتا۔

حضرت ابوذرؓ بیساختہ جواب دیتے:-

ہاں! لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کھلاؤ اپنے غلاموں
کو اُس کھانے میں سے جیسے تم خود کھاتے ہو اور پہناؤ اُنکو اُسی کپڑے میں سے جیسے تم خود پہنتے ہو"

آپ کے جنتی ہونیکی خوشخبری

روایت ہے کہ ایک روز حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صبح کے
وقت بلایا اور فرمایا اے بلالؓ کیا وجہ ہے کہ جب کبھی میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے تمہارے
چلنے کی آواز اپنے آگے سنی۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حضور کے ساتھ ہی آمین کہتا ہوں لیکن دیگر
صحیح احادیث میں ہے آپ نے اسکی وجہ یہ عرض کی کہ میں ہر وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لیا کرتا ہوں

وفات

آپ زیارتِ نبوی سے فارغ ہو کر حلب میں تشریف لے گئے اور ساٹھ اکسٹھ سال کی عمر
میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بمقام دمشق باب الصغیر میں ہے۔

جس وقت آپ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپکی بی بی رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ ہائے مصیبت
حضرت بلالؓ نے چونک کر کہا کہ کیا کہتی ہو یہ کہو واہ ری مسرت کیونکہ میں کل انشاء اللہ حضور کے
دیدار پاک سے مشرف ہونگا پس یہ موقعہ خوشی کا ہے نہ کہ رنج کا۔

آپ کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپکا سن وفات ۲۰ھ بعض کے

نزدیک سنۃ اور بعض کے نزدیک سنۃ ھ ہے۔

آپ کا ایک بھائی تھا خالد اور ایک بہن تھی جس کا نام عسقرہ تھا۔ اولاد آپکی کوئی نہیں جس وقت آپ کی وفات کی خبر امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے افسوس آج ہمارا سردار فوت ہوگیا۔ اسی واقعہ کو مولانا شبلیؒ نے دو شعروں میں یوں بیان کیا ہے :-

عہد فاروق میں جس دن کہ ہوئی انکی وفات ۔۔۔ یہ کہا حضرت فاروقؓ نے بادیدہ تر

اٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا ۔۔۔ اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

روایت حدیث | آپ نے حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ ابن مسعودؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ کعب بن عجرہؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ جابرؓ۔ ابوسعید خدری رضا اور براء بن عازبؓ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ مدینہ اور شام کے بڑے بڑے تابعین نے احادیث کی روایت کی ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سخت سردی کے دنوں میں آپ نے صبح کی اذان کہی اور بیٹھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے تو مسجد خالی تھی اور ان کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر حضور نے فرمایا اے خدا ان لوگوں سے سردی دور کر دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ لوگ جوق جوق نماز کے لئے مسجد میں آنے شروع ہوگئے۔

ابن اسحاق بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی تھی کہ میرے گھر کا صحن مسجد مبارک سے ملا ہوا تھا۔ میں دیکھتی تھی حضرت بلالؓ ہر روز طلوع فجر سے پہلے دیوار پر بیٹھ جاتے اور طلوع فجر کا انتظار کرتے یہاں تک کہ جب فجر طلوع ہوتی تو حضرت بلالؓ پہلے یہ دعا کرتے۔ اے اللہ میں تیری تعریف اور حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ اے خدا قریش کو ہدایت کر کہ وہ تیرے دین کو قبول کریں اور اسے قائم رکھیں۔ پھر اذان شروع کرتے۔ وہ عورت فرماتی تھیں کہ میں نہیں جانتی کہ بلال نے ایک روز بھی اس دعا کو ترک کیا ہو۔

آپکی تعریف میں حضرت ابوبکرؓ کا یہ شعر مشہور ہے ؎

ھنیئا زادک الرحمٰن خیرا ۔۔۔ فقد ادرکت ثارک یا بلال۔

سیدنا خبابؓ بن ارت

شانِ استقلال و وضعِ بُردباری دیکھ کر — اک زمیں کی آسماں سے ہمکناری دیکھ کر

جانتا ہوں گو زمانے کو فنا ہے اے خبابؓ — پر ترے اسمِ گرامی کو بقا ہو اے خبابؓ

آتشیں بستر پہ وہ تیرا تڑپنا یاد ہے — لوٹنا افسردہ ہو جانا بھڑکنا یاد ہے

سیلِ آتش برقِ خرمن یا شرارِ آہِ دل — آسماں پیما صعود و اضطرارِ آہِ دل

تو کہ شمعِ روشن کاشانۂ اسلام تھا — رندِ صہبا نوش تھا یعنی شرار آشام تھا

وہ طریقِ سوز وہ سرگرمِ آئینِ حیات — مایۂ اعزازِ نفس و سازِ تمکینِ حیات

ہے دبستانِ عمل میں حکمت آموز آج تک — ہے زمستانِ جہاں میں مجمر افروز آج تک

چھوڑ دے آتش نوائیہائے عالم سوز کو — دیکھ انجامِ فروغِ طالعِ فیروز کو

طوفہا در سینۂ سوزاں ہویدا کردۂ — جلوہ ہا از غرفۂ جاں آشکارا کردۂ

اک سکوتِ نغمہ زا سے چھیڑ دے آہنگِ وصل — نوش کر اے العطش گویا وہ گلبانگِ وصل

تا بکے آتش بجام بادۂ خونابِ صبر — رقصِ مستانہ! کہ ہو اب وقتِ فتحِ بابِ صبر

چیست جنت تا جہائے کارِ نیکو بیت بود

سے سرد گرم جلوہ نگارِ نورِ حق نوبت بود

ہم مسلمان ہیں اور اپنے اسلام پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن خدانخواستہ اگر کبھی امتحان کا موقعہ آئے تو ہم میں سے کتنے ہیں جو اس میں پورے اُتریں گے؟ اپنے دلوں کو ٹٹولو اور جواب دو کتنے اسلام کے نام لیوا ایسے نظر آتے ہیں جو جنبۂ دُنیا اور اُسکے تھوڑے سے آرام کیلئے نہ صرف اپنے اسلام کو خیرباد کہنے کو تیار ہو جائینگے بلکہ اسلام کو دُنیا سے مٹا دینے کو بھی آمادہ نظر آئینگے۔ اللھم اخذل من خذل الدین

اصل بات تو یہ ہے کہ سونا وہی ہے جو کسوٹی پر پرکھنے سے ٹھیک اُترے۔ آگ میں تاؤ دینے سے ماند نہ پڑے۔ میرا خیال ہے کہ آجکل کے بڑے بڑے مدعیانِ اسلام کو اگر اس تکلیف کا ہزارواں حصہ بھی چھو جائے

جو آغاز اسلام میں ہر مسلمان کو برداشت کرنا پڑتی تھیں تو شاید ہی وہ ثابت قدم رہیں اِلّا ماشاء اللہ۔

سیدنا خبابؓ بن ارت اُن لوگوں سے ہیں جنہوں نے اسلام کیلئے ایسے ایسے مصائب اُٹھائے کہ دیکھنا تو کجا سنکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بے اختیار زبان سے نکلتا ہے کہ خداوندا ہر مسلمان کو وہی ذوقِ اسلام عطا فرما۔ اور اسی صبر و استقلال کی توفیق دے۔

آپکا نسب خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم۔ بعض ان کو خزاعی اور تمیمی کہتے ہیں۔ زیادہ تر تمیمی مشہور ہیں۔

آپکی غلامی آپ عربی النسل ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں گرفتار کرکے مکہ میں بیچ ڈالے گئے تھے۔ اُن کی مالکہ کا نام اُم انمار تھا۔

آپکا اسلام اور مصائب حضرت خبابؓ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور خدا کی راہ میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ ان سے پہلے صرف پانچ کس مشرف بہ اسلام ہوچکے تھے حضور سرورِ کائنات کو آپ سے بہت محبت تھی اور اکثر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ جب آپکی مالکہ کو یہ خبر پہنچی تو اُسنے حضرت خبابؓ کو سخت اذیتیں پہنچانا شروع کردیں۔ اُن کی پیٹھ پر گرم گرم پتھر رکھے یہانتک کہ اُن کی پیٹھ کی ہڈیوں سے گوشت جاتا رہا۔

ترقی قربانیوں پر موقوف ہے حضرت خبابؓ اپنے مصائب کا حال بیان کرتے ہوئے روایت کیا کرتے ہیں کہ ایکدن حضورؐ دیوار کعبہ کے سایہ میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے ہم لوگوں نے کہا کہ حضور ہماری لئے خدا سے مدد کیوں نہیں مانگتے۔ یہ سنکر حضورؐ اُٹھکر بیٹھ گئے۔ چہرہ سُرخ ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ تم سے پہلے جو دیندار لوگ تھے اُنکی یہ حالت تھی کہ ان میں سے ایک شخص کو پکڑ کے زمین کھود کر گاڑ دیتے تھے۔ پھر آرہ لاکر اُسکے سر پر رکھ دیا جاتا تھا لیکن وہ بڑے استقلال سے جان دیدیتا اور دین سے منہ نہ پھیرتا تھا۔ پھر دوسرے شخص کو پکڑتے اور اُسکا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے چھیل ڈالا جاتا تھا اور وہ کنگھیاں اُسکی ہڈی اور پٹھے تک پہنچ جاتی تھیں مگر یہ اذیتیں اُن کو اُن کے دین سے نہ پھیر سکتی تھیں۔

پھر فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ اسلام کو کامل کریگا یہانتک کہ ایک سوار صنعا سے حضرموت تک جائیگا اور سوائے خدا کے کسی کا خوف نہ رکھیگا۔ اور بھیڑیا بکریوں کی نگہبانی کریگا مگر تم لوگ عجلت کرتے ہو۔ صدق اللہ ورسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما)

حضرت خبابؓ کا استقلال اور حضورؐ کی دعا

حضرت خبابؓ حضور کا یہ فرمان سُنکر بڑے صبر و استقلال سے مصائب برداشت کر رہے تھے اور اُنکی مالکہ آپ کے اس استقلال سے جل جل کر آپ کے ستانے کے نت نئے طریقے ایجاد کرتی تھی لیکن جو دِل نورِ ایمان سے مستنیر ہو وہ ان مصائب کو کب خاطر میں لاتا ہے۔ آپ نے کفار کا کہنا نہ ماننا تھا نہ مانا۔

کہتے ہیں کہ عورت کا دل نرم ہوتا ہے لیکن حضرت خبابؓ کو جس عورت سے سابقہ پڑا تھا وہ سنگدل مردوں سے بھی بڑھ کر قسی القلب تھی۔ جب اُسنے دیکھا کہ آپ تمام بدن کے جلجانے پر بھی اسلام سے روگرداں نہیں ہوتے تو اُسنے آپ کے تکلیف دینے کا نیا طریقہ نکالا۔ وہ آگ جلا کر اُسمیں لوہا تپاتی اور جب وہ خوب سُرخ ہو جاتا تو اُسے آپ کے سر پر رکھ دیتی۔

حضرت خبابؓ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے کہکر اسلام کے لئے سب کچھ برداشت کر رہے تھے لیکن تابکے۔ ایکدن پھر آپ نے حضور سے استدعا کی تو حضور نے فرمایا "اے اللہ خباب کی مدد کر"۔

حضور کی یہ دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئی اور اُم نمار کے دماغ میں کچھ ایسی بیماری پیدا ہوگئی کہ وہ کتوں کی طرح بھونکتی تھی۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ سر پر داغ دلوائے شاید اس سے کچھ افاقہ ہو۔ چنانچہ جب اُسنے خبابؓ کو حکم دیا تو حضرت خبابؓ لوہا تپا تپا کر اُسکے سر پر رکھ دیتے تھے۔ یہانتک کہ وہ اسی مرض سے جہنم واصل ہوگئی۔

ایکدن حضرت عمرؓ نے آپ سے اُن مصائب کی کیفیت پوچھی جو آپکو کفار سے پہونچے تھے۔ آپ نے فرمایا امیر المومنین میرا بدن دیکھ لیجئے۔ حضرت عمرؓ آپکی پیٹھ دیکھ کر فرمانے لگے میں نے ایسی پیٹھ کسی کی نہیں دیکھی۔ اسپر حضرت خبابؓ نے کہا امیر المومنین! آگ جلائی جاتی تھی اور اُسپر مجھے چت لٹا دیا جاتا تھا یہانتک کہ اُس آگ کو میری پیٹھ کی چربی بجھا دیتی تھی ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ہجرت

جس وقت آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں اور جبیر بن عتیک میں مواخات کرا دی۔

آپ کی کسر نفسی

ایکدن آپ مسجد میں تشریف لائے اور چپکے بیٹھ گئے۔ لوگوں نے کہا تمہارے

دوست تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تم اُن سے کچھ باتیں کرو یا اُنہیں کچھ حکم دو یعنی نصیحت کرو حضرت خبابؓ نے فرمایا میں اُنہیں کس بات کا حکم دوں۔ شاید میں اُنہیں کسی ایسی بات کا حکم دوں جو میں خود نہیں کرتا۔

حضرت خبابؓ بیمار تھے کہ ایکدن کئی ایک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکی عیادت کو گئے اور کہنے لگے اے ابو عبداللہ خوش ہو کہ اپنے بھائیوں کے پاس حوض کوثر پر جاتے ہو آپنے کہا تم میرے اُن بھائیوں کا ذکر کرتے ہو جو گذر گئے اور اُنہوں نے اپنے اعمال کا بدلہ دُنیا میں نہیں پایا وہ ہم سے بہت اچھے رہے۔ ہم اُن کے بعد باقی رہے یہانتک کہ ہم نے اسقدر دُنیا پائی اور خوب راحت و آرام کا لُطف اُٹھایا۔ ہم خوف کرتے ہیں شاید یہ اُن اعمال کا بدلہ ہو۔

نقل مکان | جب شہر کوفہ آباد ہُوا تو آپ نے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی اور آخری دم تک اُسی جگہ رہے۔

آپ کی وفات | حضرت خبابؓ مرض الموت میں مدت تک بیمار رہے اور سخت تکلیف اُٹھائی۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم خبابؓ کی عیادت کو گئے تو دیکھا آپ کو سات جگہ داغ لگائے گئے ہیں اور سخت تکلیف میں ہیں۔ آپ شدت کرب کی حالت میں فرماتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی دُعا مانگنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو بیشک میں دُعا مانگتا۔

آپ اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے پہلے شخص ہیں جو سرزمین کوفہ میں سپرد خاک ہوئے آپکی وفات بعمر ۷۳، سال ۳۷ھ میں ہوئی۔

آپکی وصیت | آپکی وفات سے پہلے اہالیان کوفہ میں دستور تھا کہ وہ اپنے مردوں کو اپنے گھروں میں دفن کرتے تھے۔ حضرت خبابؓ نے اپنے متعلقین سے وصیت کی کہ اُنہیں شہر سے باہر دفن کیا جائے چنانچہ خبابؓ کی وصیت کے مطابق آپ کو شہر سے باہر دفن کیا گیا۔ اسکے بعد اور لوگوں نے بھی آپ کی متابعت کی۔

خبابؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی رائے | حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے لوٹے تو شہر کے باہر سات آدمی مدفون ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ قبریں کیسی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا امیرالمومنینؓ آپ کے جانے کے بعد خبابؓ بن ارت کی وفات ہو گئی اور

اُن کی وصیت کے مطابق اُنہیں شہر سے باہر دفن کیا گیا۔ اس کے بعد جو لوگ فوت ہوئے وہ بھی اُن کے پاس دفن کئے گئے۔

یہ سُن کر حضرت علیؓ نے فرمایا "اللہ تعالےٰ خبابؓ پر رحم کرے وہ اپنی رغبت سے اسلام لائے تھے۔ جسمانی آزمائش میں مبتلا کئے گئے۔ انہوں نے خوشی سے ہجرت کی اور زندگی بھر جہاد کئے اور جو شخص نیک کام کرے اللہ اُسکا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

اس کے بعد خبابؓ کی قبر کے نزدیک گئے اور یہ دُعا پڑھی:-

السّلام علیکم یا اہل الدیار من المومنین والمسلمین انتم لنا سلف فارط ونحن لکم تبع عما قلیل لاحق۔ اللھم اغفر لنا ولہم وتجاوز بعفوک عنا وعنہم طوبیٰ لمن ذکر المعاد وعمل الحساب وقنع بالکفاف وارضی اللہ عزوجل۔

(ترجمہ) تم پر سلام ہو اے رہنے والو جو مومن اور مُسلم ہو تم ہمارے لئے اگلے سامان کرنے والے ہو اور ہم عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ ہم کو اور انکو بخش دے اور اپنی بخشش سے ہم سے اور اُن سے درگذر کر۔ خوشخبری ہو اُس شخص کو جو آخرت کو یاد کرے اور حساب کے لئے عمل کرے اور کفاف پر قناعت کرے اور اللہ عزوجل کو راضی رکھے۔

حضرت خبابؓ کے کئی بیٹے بیٹیاں تھیں۔ اُن کے ایک بیٹے عبداللہ کو جنکے نام پر انکی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ خوارج نے زمانہ خلافت حضرت علیؓ میں شہید کر دیا تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے بیٹے عبداللہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ ایکدن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو طول دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور آپنے یہ نماز ایسی پڑھی کہ پہلے کبھی نہ پڑھی تھی حضور نے فرمایا ہاں یہ نماز رغبت اور خوف کی ہے۔ میں نے اللہ سے درخواست کہ میری اُمت کو قحط سے ہلاک نہ کرے۔ اللہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ پھر میں نے درخواست کی کہ میری اُمت پر کوئی دشمن ان کے اغیار میں سے مسلط نہ کیا جائے۔ اللہ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ پھر میں نے درخواست کی کہ ان میں باہم ایکدوسرے سے نہ لڑیں یہ درخواست اللہ نے منظور نہیں فرمائی۔

(سیدنا) زید بن حارثہ رضؓ

نگارستانِ ہستی میں ہزاروں خوبرو ہونگے
نگاہِ برق زا سے کشتِ سوزِ آرزو ہونگے

یہ مانا عیبِ جمعیت نہو گا ان کی زلفوں میں
بہت سے ان کے شیدائی پریشاں چارسو ہونگے

نگاہوں کو بھی ہوگا انکی شغلِ ناوک اندازی
مسلّم ہو کہ رزمِ دلبری میں جنگ جو ہونگے

لبِ لعلیں سے بھی مشفق شفق کے مال لیں انکو
گلِ عارض سے بھی مجلس فیروز رنگ و بو ہونگے

جہاں ساقی گری میں محو ہو گی چشمِ مست انکی
سیہ مستانِ اُلفت فارغ جام و سبو ہونگے

مگر تجھ کو کیا تھا کیا عطا فیضانِ سرمد نے
کہ سب کو چھوڑ کر دیکھا تجھے چشمِ محمدؐ نے

تجھے زیبا سرودِ شکر سے شیریں بیاں ہونا
تجھے شایاں نوائے فخر سے رطب اللساں ہونا

تری قسمت میں تھا مطلوبِ محبوبِ خدا بنتا
ترے حصّے میں تھا لالائے آقائے جہاں ہونا

شہِ کونین کے عہدِ کرم میں پرورش پانا
رسول اللہ کے ظلِ حمایت میں جواں ہونا

اگرچہ جاں سپاری تھی یہ سودا سود مند آیا
برائے آبروئے اشتیاق آتش بجاں ہونا

عزیزوں سے جدائی ہو تو ہو اُسنے تو فرقت ہے
تکلف برطرف اچھا ہی کیوں بے خانماں ہونا

مجھے بھی سوزِ غربت ہو مگر اے زید تھا حاصل
مرے جلنے کے کیا معنی مرے رونے سے کیا حاصل؟

تیرا دل صرفِ الفت ہو ترا سر وقفِ ملت ہے
اسی میں دل کا رتبہ ہو اسی میں سر کی عزت ہے

سرشکِ صدق ہی کی آبیاری باغِ ہستی کی
ابد گاہِ بہارستانِ تسکیں تیری تربت ہے

کسی کی دید سے تسکین پاتا چشمِ زائر کا
حضوری ہی بھی تیری ہی تیری عبادت ہے

ادھر تجھ کو ہے سوزِ صدق افراطِ محبت میں
اُدھر انکی نظر میں بھی غضب کی قدر و وقعت ہے

وفاداری ہو الفت ہو عقیدت ہو ترے دل میں
نظر میں انکی رحمت ہو نوازش ہے عنایت ہے

شریکِ ذوقِ استرحام کر مجھکو بھی یا مولا
ترا آقا مرا آقا ترا مولا مرا مولا

کیا اچھا تھا وہ زمانہ جبکہ یہ تاریک دنیا یکایک آفتاب ضیا بار کے طلوع سے بقعۂ نور بنگئی

تھی۔ ایسی گمراہ اور تباہ حال مخلوق کیلئے اُس رب الارباب نے ایک حقیقی اور سراپا رافت نبی کو رحمۃ اللعالمین بناکر اس دُنیا میں بھیجا تھا جسنے ان کے زنگ آلود دلوں کو ایسا صیقل کر دیا کہ شیشے کی طرح شفاف ہو کر چمکنے لگے۔

وہ قدسی صفات رافت و رحمت کا جو نمونہ دُنیا میں پیش کر رہا تھا اُسکا ایک ادنی سا کرشمہ دیکھو کہ اُسکے پاس ایک غلام ہے۔ اُس غلام کے باپ اور چچا اُسکو آزاد کرانے کیلئے آئے ہیں اور چاہتے ہیں اُسے ساتھ لیکر اپنے گھر جائیں۔ اُسکے آقا کہتے ہیں کہ میں نے تمہارے بیٹے کو آزاد کر دیا ہے جہاں چاہو لیجاؤ۔ باپ جوش محبت سے خوشی کے آنسو بہا کر بیٹے سے کہتا ہے کہ چلو بیٹا گھر چلیں۔ لیکن بیٹا جواب دیتا ہے کہ نہیں میں اپنے آقا کے قدموں سے الگ نہیں ہو سکتا۔ باپ ترش رو ہو کر کہتا ہے "تو غلامی کو حریت پر ترجیح دیتا ہے؟" بیٹا جواب دیتا ہے "ہاں میں انکی غلامی پر ہزار آزادیاں قربان کرنے کو تیار ہوں"۔

آقا اور آقا بھی وہ جو دُنیا کے تمام لوگوں میں حسب و نسب کے لحاظ سے اشرف ترین ہے۔ اُٹھتا ہے اور خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے "لوگو گواہ رہو کہ میں نے اپنے اس غلام کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے" جانتے ہو کہ یہ کن لوگوں کا ذکر ہے۔ آقا کون ہے؟ اور غلام کون؟ سُنو آقا وہ ہے جو ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کا آقا ہے یعنی رحمۃ للعالمین سرور کائنات رسول خدا ہادی برحق سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم فداہ ابی و امی۔ اور غلام وہ ہے جو ہمارے آقا کو بہت محبوب تھا یعنی سیدنا زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ آؤ تمہیں اس غلام کا حال سنائیں تاکہ تم غور کرو کہ اُس غلامی اور ہماری آزادی میں کیا فرق ہے وہ غلامی اچھی تھی؟ یا اس زمانہ کی آزادی؟

حضرت زیدؓ کا نسب زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امرئ القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید لات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔

آپکی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ بن عبد عامر بن افلت خاندان بنی معن طاری سے تھیں۔

آپ کسطرح غلام بنے آپ کی والدہ آپ کو لئے ہوئے اپنے خاندان والوں سے ملنے کو جارہی تھیں کہ بنی قین بن جسر کے سواروں نے ان پر ڈاکہ ڈالا اور زید کو پکڑ کر بازار عکاظ میں لے آئے اور حکیم بن حزام کے ہاتھ بیچ ڈالا حکیم بن حزام نے آپکو لاکر اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو حضور

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں دیدیا۔ یہ واقعہ حضور کی بعثت سے پہلے کا ہے اسوقت حضرت زیدؓ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حکیم نے آپکو بازار حباشہ میں خریدا تھا۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضور نے خود انکو بطحا میں بکتے ہوئے دیکھا اور آکر حضرت خدیجہؓ سے ذکر فرمایا حضرت خدیجہؓ نے آپکو خرید کر حضورؐ کے نذر کر دیا۔

آپکی فرقت میں آپکے باپ کی بیقراری خداوند کریم نے اولاد کی محبت بھی عجیب چیز بنائی ہے۔ اولاد کی ذرا سی تکلیف پر والدین بیقرار ہو جاتے ہیں۔ اُس باپ کی حالت پر غور کرو جس کا اکلوتا بیٹا آنکھوں سے اوجھل ہو جائے اور اُسکو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ مر گیا ہے یا جیتا ہے۔ اگر زندہ ہے تو کبھی ملیگا بھی یا نہیں۔ غرض اُنہیں درد انگیز خیالات نے آپ کے والد کو متاثر کیا اور اُنہوں نے آپکے فراق میں یہ اشعار کہے

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل — احی یرجی ام اتی دونہ الاجل

زید کیلئے رو رہا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ اسکو کیا ہوا — آیا وہ زندہ ہے کہ اُسکے ملنے کی اُمید ہو یا اُسے موت آگئی

فواللہ ما ادری وان کنت سائلا — اغالک سہل الارض ام غالک الجبل

خدا کی قسم اگرچہ میں نے بہت پوچھا لیکن مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا — کہ تجھے ہموار زمین غائب کر گئی یا کسی پہاڑ نے تجھے چھپا لیا۔

فیالیت شعری ھل لک الدھر رجعۃ — فحسبی من الدنیا رجوعک لی علل

اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کبھی کبھی لوٹیگا — دنیا میں دل بہلنے کیلئے تیری لوٹنے کی امید میرے لئے کافی ہے

تذکرنیہ الشمس عند طلوعہا — ویعرض ذکراہ اذا قارب الطفل

جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو مجھے زید کی یاد آتی ہے — اور جب غروب ہوتا ہے تب بھی زید ہی یاد آتا ہے

(یعنی صبح سے شام تک سارا دن اُسی کی یاد میں گذرتا ہے)

وان ھبت الارواح ھیجن ذکرہ — فیاطول ماحزنی علیہ ویا وجل

جب ہوائیں چلتی ہیں تو اُسکی یاد تازہ ہو جاتی ہے — میرا رنج و غم اُس کے لئے بہت بڑھ گیا

ساعمل نص العیش فی الارض جاہدا — ولا اسام الطواف او تسام الابل

میں اسی رنج میں اپنی زندگی کاٹ دونگا — اور طواف کعبہ سے نہ تھکونگا یہانتک کہ اونٹ تھک جائیں

حیاتی او تاتی علی منیتی — وکل امرء فان وان غرہ الامل

یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے — اور ہر آدمی مرنیوالا ہے گو آرزوئیں اُسکی دھوکہ دیں

ساوصی بہ قیسا و عمرا کلاھما وا وصی یزیدا ثم من بعدہ جبل

میں (زید کے ڈھونڈھنے کی) وصیت قیس اور عمرو دونوں کو کر جاؤنگا اور یزید کو وصیت کر جاؤنگا پھر اسکے بعد جبل کو

زید رضی کا پیغام اپنے باپ کو کچھ دنوں کے بعد قبیلہ بنی کلب کے چند آدمی حج بیت اللہ کیلئے مکہ میں آئے اتفاق سے اُن کا اور زید کا سامنا ہوگیا۔ جانبین نے ایکدوسرے کو پہچان لیا۔ جب وہ لوگ حج سے فارغ ہوکر گھروں کو لوٹنے لگے تو حضرت زید رضی نے اُن سے کہا کہ میرے لواحقین میرے لئے غمگین ہونگے تم میرا یہ پیغام اُن کو پہنچا دینا۔

احن الی قومی وان کنت نائیا فانی قعید البیت عند المشاعر

میں اپنی قوم کیلئے بہت بیتاب رہا کرتا ہوں اگرچہ دور پڑا ہوں اب میں کعبہ کے قریب ایک گھر میں رہتا ہوں

فکفوا من الوجد الذی قد شجا کم ولا تعملوا فی الارض نص الاباعر

پس تم لوگ اس غم سے جس نے تمہیں زخمی کردیا ہے باز آجاؤ اور زمین پر اونٹ کیطرح محنت و تکلیف نہ اٹھاؤ

فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ کرام معد کابرا بعد کابر

خدا کا شکر ہے کہ میں قید ہوکر ایک بہت عمدہ گھرانے میں آیا یعنی معد کے گھرانے میں جہاں عظمت و کرم موروثی ہیں

جب یہ لوگ حج سے فارغ ہوکر واپس گئے تو انہوں نے زید کا یہ پیغام اُن کے خاندان کو پہنچا دیا۔

زید رضی کا باپ اور چچا مکہ میں آتے ہیں زید کا پیغام سُنتے ہی آپ کے والد او چچا فدیہ کی رقم لیکر خوشی خوشی مکہ معظمہ پہنچے۔ اور سیدھے حضور سرور کائنات فداہ ابی و اُمی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اور عرض کیا کہ ای ابن عبد المطلب۔ اے بنی ہاشم کے سردار کے بیٹے۔ ہم آپ کے پاس اپنے بیٹے کیلئے آئے ہیں جو آپکا غلام ہے یا تو آپ اُسکا فدیہ قبول کیجئے یا ہم پر احسان فرماکر ہمارے سپرد فرما دیجئے۔

حضور نے پوچھا وہ کون ہے؟

حارثہ نے عرض کیا زید بن حارثہ۔

یہ سُنکر حضور نے زید رضی کو بلایا اور پوچھا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو؟

زید - ہاں یہ میرے والد ہیں اور وہ چچا۔

حضور - "یہ تم کو لینے آئے ہیں اگر تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو"۔

زید - "میں آپ کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جاؤنگا۔ آپ کو مجھ سے جو شفقت اور محبت ہے وہ میرے باپ اور چچا کو نہیں ہو سکتی"۔

حارثہ (غصے سے) تو غلامی کو حریت پر اور اپنے والد اور چچا کے مقابلہ میں دوسروں کو ترجیح دیتا ہے"
زید۔ ہاں میں نے اپنے مالک میں وہ برگزیدہ اور پسندیدہ باتیں دیکھی ہیں جو میں کسی میں نہیں دیکھتا
اور نہ ہی کسی بشر کو اُن پر ترجیح دے سکتا ہوں"۔
یہ سنتے ہی رحمۃ اللعالمین اُٹھے اور زید کا بازو پکڑ کر مقام حجر تک (کعبہ میں) لے گئے اور
فرمایا: -"اے حاضرین! تم گواہ رہو کہ زید میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا وارث ہوگا اور میں اسکا وارث ہونگا"۔
اللہ اکبر! حضور رحمۃ اللعالمین کو غلاموں سے کیسی محبت ہے اور وہ غلاموں کو کس نظر سے
دیکھتے ہیں کہ کوئی اشرف ترین آزاد شخص بھی اس افتخار سے ملقب نہیں ہوسکتا۔
یہ حالت دیکھ کر زیدؓ کے والد اور چچا کے دل باغ باغ ہو گئے اور زیدؓ کو حضور کے
پاس چھوڑ کر خوشی خوشی اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔
اُسدن سے حضرت زیدؓ کو لوگ زید بن محمد کے نام سے بلاتے رہے یہانتک کہ آیۂ اُدْعُوْهُمْ
لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (انہیں اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو اللہ نزدیک یہی بہتر ہے) نازل ہوئی
آپکا اسلام زہری کا بیان ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ نے اسلام قبول کیا۔ ابن اسحاق
کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بعد آپ اسلام لائے اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ۔ دیگر مورخ کہتے ہیں
کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت علیؓ پھر حضرت زیدؓ مسلمان ہوئے۔
آپ کا نکاح جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو حضورؐ نے آپ کا نکاح ام ایمن سے کر دیا جو حضور کی دایہ تھیں
اور یہ سن و سال میں حضرت زیدؓ سے بہت بڑی تھیں۔ ام ایمن کے بطن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے
جو عرب میں مشہور شاہسوار تھے جنکا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔
آپکا دوسرا نکاح جب ام ایمن کا انتقال ہوگیا تو حضور نے حضرت زیدؓ کا نکاح اپنی حقیقی پھوپھی زاد
بہن زینب بنت جحش سے کرنا چاہا۔ زینبؓ کی ماں کا نام امیمہ تھا جو عبدالمطلب کی بیٹی اور حضور کے
والد عبداللہ کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت زینبؓ عالی نسب ہونے کے علاوہ نہایت خوبصورت بھی
تھیں اور اُن کے حسن کا بہت شہرہ تھا۔
حضرت زیدؓ کوتاہ قد۔ سیاہ فام اور پست بینی تھے۔ اسد الغابہ کا مصنف لکھتا ہے کہ سرخ و سپید رنگ
کے تھے۔ خواہ اسلئے کہ وہ خوبصورت نہ تھے یا اسلئے کہ وہ کچھ مدت غلامی میں بسر کر چکے تھے حضرت زینبؓ کو

اُن سے نکاح کرنے میں عار سی معلوم ہوتی تھی اور وہ ان سے نکاح کرنا کسرِشان سمجھتی تھیں لیکن حضور نے بہت اصرار کیا اور اسی زمانہ میں یہ آیت بھی نازل ہوئی - کہ

"جب اللہ یا اُسکا رسول کوئی حکم دے تو کسی کو اختیار سرتابی کا نہیں ہے"

تو حضرت زینبؓ نے حضور کا حکم مان لیا -

اِسجگہ نہ ہمیں اِسبات کے ذکر کرنے کی ضرورت ہے کہ کیوں حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ میں موافقت نہ ہوئی اور کیوں حضرت زیدؓ نے اُنہیں طلاق دیدی - اِن جوابات ہمارے موضوع میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات کے نزدیک زید سا غلام اور حضرت زینبؓ سی اشرف ترین عربیہ جو خود حضور کی سگی پھوپھی زاد تھیں مساوی الدرجہ تھے اور سچ تو یہ ہے کہ اسلام نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تعلیم فرمائی ہے اُسکا منشا یہی ہے کہ نسلی اعزاز کچھ چیز نہیں - ایک شریف النسل آزاد عرب اور ایک ذلیل حبشی غلام اسلام میں برابر درجہ رکھتے ہیں اور اگر حبشی اتقا میں بڑھ جائے تو وہ شرف میں بھی عرب سے زیادہ قابلِ عزت و وقعت ہوگا - اس مساوات کے متعدد نمونے اس کتاب کے اوراق میں آپ دیکھ رہے ہیں اور اسی مساوات کا ایک اسوہ حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کا نکاح بھی تھا -

ہجرت اور بھائی چارہ جب آپ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور نے آپ کے اور اپنے چچا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کرادیا -

آپکی عزت حضور کی نگاہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو کسی سریہ میں بلا سردار لشکر بنائے نہیں بھیجا - اور اگر زید زندہ رہتے تو آپ اُنہیں کو اپنے بعد خلیفہ بناتے -

سریہ زیدؓ بن حارثہ جنگ بدر میں اگرچہ قریش کو شکست ہوچکی تھی لیکن ابوسفیان نے جو قریش کا سردار تھا قسم کھائی تھی کہ جبتک اس شکست کا بدلہ نہ لیلونگا نہ سر میں تیل لگاؤنگا - نہ غسل جنابت کرونگا - گویا کہ جنگ بدر کے بعد بھی مسلمانوں اور کفار مکہ میں حالت جنگ قائم تھی -

اِسی دوران میں ابوسفیان نے خفیہ خفیہ ذو سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ پہنچکر ایک انصاری کے کھجوروں کے چند درخت اور کھیتی میں آگ لگادی اور اُسکو مع اُسکے ساتھیوں کے سوتے ہوئے شہید کردیا اور بھاگ گیا -

جب یہ حالت تھی تو مسلمان کیونکر خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ حضور کو خبر پہونچی کہ قریش کا ایک قافلہ بسرکردگی ابو سفیان بہت سا مال تجارت لیکر براستہ نجد شام کی طرف جا رہا ہے۔ حضور نے حضرت زیدؓ کو تھوڑا سا لشکر دیکر بھیجا تاکہ اس قافلہ کو راستہ ہی میں روک لیا جائے۔ حضرت زیدؓ نے مقام قردہ پر اس قافلہ کو جا لیا۔ قافلہ والے بغیر لڑے مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ نے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور سالم و غانم واپس مدینہ آ گئے۔

غزوہ موتہ اور آپکی شہادت حضور نے جب امراء و سلاطین کو تبلیغ اسلام کے خطوط بھیجے تو ان میں ایک خط حاکم بصریٰ کے نام بھی تھا۔ یہ خط حضور نے حارثؓ بن عمیر کے ہاتھ روانہ کیا۔ حارثؓ یہ منشور نبوی لئے ہوئے جب مقام موتہ پہنچا تو وہاں کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی نے حارث کے ارادہ اور خط کے مضمون سے واقف ہو کر اور یہ خیال کر کے کہ ایک معمولی عرب حاکم بصریٰ کو خط بھیجنے کی جرأت کرتا ہے طیش میں آکر حارثؓ کو قتل کر ڈالا اور خط کو چاک کر دیا۔ اس واقعہ سے چونکہ تبلیغ اسلام میں رکاوٹ اور سرکش عربوں میں مسلمانوں کے خلاف جوش پیدا ہونے کا اندیشہ تھا اسلئے حضور نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور تین ہزار صحابہؓ کا ایک لشکر بسرکردگی حضرت زیدؓ بن حارثہ اس فتنہ کو روکنے کے لئے روانہ فرمایا۔

جسوقت حضور نے لشکر کی روانگی کا حکم دیا تو اہل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر زید بن حارثہؓ شہید ہو جائے تو جعفرؓ بن ابو طالب کو سپہ سالار بنانا۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو سردار فوج مقرر کرنا۔ اور اگر وہ بھی فائز بشہادت ہوں تو اپنے میں سے جسکو چاہو امیر مقرر کر لینا

اب قابل غور یہ امر ہے کہ حضور نے اس لشکر کا سردار حضرت زیدؓ کو بنایا جو ایک غلام تھے اور حضرت جعفرؓ کو جو حضور کے چچازاد اور حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔ اور عبداللہؓ بن رواحہ کو جو معززین انصار سے تھے اُن کے ماتحت کیا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام میں غلام اور آزاد برابر ہیں۔

یہ مختصر سا لشکر کوچ کرتا ہوا جب معان کے مقام پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک لاکھ عربوں کے علاوہ اُنکی مدد پر ایک لاکھ رومی لشکر بھی موجود ہے۔ کیونکہ شرجیل نے اسلامی لشکر پہنچنے سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری کر رکھی تھی۔

مسلمانوں کو جب لشکر کفار کی اس کثرت کا علم ہوا تو وہ کچھ متردد سے ہوئے۔ بعض کہتے تھے کہ حضور کو دشمن کی کثرت اور اپنی کمی کی اطلاع دینی چاہئے تاکہ وہ ہماری مدد کیلئے اور لشکر بھیجیں۔

بعض کی رائے تھی کہ بغیر لڑے بھڑے مدینہ طیبہ کو واپس چلے جائیں۔ یہ حالت دیکھ کر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک پُرجوش تقریر کی۔ آپ نے فرمایا: "تم لوگ شوقِ شہادت دلوں میں لیکر میدان میں آتے ہو پھر تم کو دشمن کی کثرت کا کیا اندیشہ ہے۔ شہادت تمہارا مقصود ہے اور دینِ حق کی نصرت تمہاری زندگی کا معراج۔ اگر جان ایسی ہی عزیز تھی تو گھر سے ہی کیوں نکلے تھے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ باوجود قلت تم نے کثیر تعداد دشمنوں کو شکست دی ہے پس خدا کی تائید و نصرت پر بھروسہ کر کے آگے بڑھو پھر اگر غالب ہوئے تو مراد برآئی اور اگر شہید ہوئے تو یہ تمہاری دلی تمنا ہے"۔

اِس تقریر کو سُنکر تمام صحابہ نے یکزباں ہو کر کہا "اے عبد اللہ تم سچ کہتے ہو"۔ اور لڑائی کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔

حسب حکم نبوی علم اسلام حضرت زیدؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نہایت جان توڑ کر لڑے اور آخر زخموں سے چُور ہو کر گھوڑے سے گرے اور راہیٔ جنت الفردوس ہوئے۔ اس کے بعد حضور کے حکم کے مطابق حضرت جعفرؓ نے علم کو لیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے پھر حضرت ابن رواحہ عبد اللہؓ نے علم اُٹھالیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آخر مسلمانوں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو سپہ سالار بنایا تو خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

حضورؐ کو بذریعہ وحی ان تمام واقعات کی خبر پہنچ رہی تھی اور حضور نے تمام واقعات کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیا تھا چنانچہ حضور فرماتے تھے کہ سب سے پہلے زیدؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور یہانتک لڑے کہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفرؓ نے علم کو اُٹھالیا اور وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہؓ نے علم کو سنبھالا اور شہید ہوئے۔ پھر سیف اللہ نے علم سنبھالا تو خدا نے اُن کے ہاتھ پر اسلام کو فتح عطا فرمائی۔ لوگوں نے دریافت کیا سیف اللہ کون ہے؟ فرمایا خالدؓ بن ولید۔ اُسی روز سے حضرت خالدؓ کا نام سیف اللہ مشہور ہو گیا اور آپ نے وہ وہ کارہائے نمایاں کئے کہ تمام دُنیا آپ کا لوہا مان گئی۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم آپ کے شہید ہونے کی خبر سُنکر رو پڑے اور فرمایا کہ زیدؓ اور جعفرؓ میرے بہت اچھے بھائی تھے۔

سیدنا سالمؓ

عجمیت پر چڑھا رنگِ حجازی آخر — تاجِ محمود ہوئی دلقِ ایازی آخر
جا ملی گردِ غلامی فرقِ آقائی سے — سرکشی کی نہ چلی پیش جبیں سائی سے
ہے عیاں سازِ مساوات سے نغمہ تیرا — تیز آہنگ ہے پُرجوش ہو لہجہ تیرا
لوحِ محفوظ ترے سینے میں محفوظ ہوئی — خیرِ اُمّت تیرے اخلاق سے محظوظ ہوئی
قول اللہ کے سُنتے تھے زبانی تیری — کیا گرامی تھی خوش آئند بیانی تیری
تیری فطرت میں نہاں ذوقِ حق اندیشی تھا — باصفا تو تھا۔ تیرا شیوہ صفا کیشی تھا
جس پہ مخدوم کو ہو ناز وہ خادم تو تھا — جس سے اسلام کو ہو فخر وہ مسلم تو تھا
بوحذیفہؓ کے قدم پر سرِ خدمت تیرا — شاہدِ عہدِ وفا تھا دمِ رحلت تیرا

ہاں غلامی وُہی اب بھی وُہی آقائی ہو
دَورِ حاضر کی مساوات کو پسپائی ہو

حضرت سالمؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک قابلِ تعظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ حضور سرورِ کائنات نے جن چار صحابہ کرام سے قرآن کریم حاصل کرنے کا حکم فرمایا تھا اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چار اشخاص سے قرآن مجید سیکھنے کی ہدایت فرمائی تھی اُن کے نام یہ ہیں۔ ابن مسعودؓ۔ سالمؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کا حسب و نسب اصل میں آپ فارسی النسل اصطخر ملک فارس کے رہنے والے تھے۔ غالباً کمسنی ہی میں اسیر ہو کر غلام بن گئے اور ایک عرب اُنہیں خرید کر مدینہ منورہ میں لے آیا اور پھر اس سے ثبیتہ بنت یعار انصاریہ نے خرید لیا۔ اسی لئے ان کا نسب نامہ کتب سیر میں درج نہیں ہے۔

ابن مندہ نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے سالم بن عبید بن ربیعہ۔ اور بعض لوگ سالم بن معقل بیان کرتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

اہل سیر آپ کو چار طبقوں میں شمار کرتے ہیں:-

(۱) مہاجرین میں :- کیونکہ آپ نے اپنے آقا حضرت ابو حذیفہؓ کے ساتھ ہجرت کی۔

(۲) انصار میں :- اسلئے آپ کی مالکہ اور آزاد کرنے والی ثبیتہ بنت یعار زوجہ ابو حذیفہؓ انصاریہ تھیں اور اہل عرب کا قاعدہ ہے کہ آزاد شدہ غلام کو اُسکے آزاد کرنیوالوں کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔

(۳) قریش میں :- اس لئے کہ حضرت ابو حذیفہؓ عالی نسب قریشی تھے۔ حضرت سالمؓ چونکہ اُن کے متبنّٰی اور مولیٰ تھے وہ بھی قریش میں شمار ہوئے۔

(۴) عجم میں :- اسلئے کہ آپ عجمی یعنی فارسی الاصل تھے۔

آپکا اسلام اور آزادی آپ اپنے آقا کے ہاں مکہ مکرمہ میں تھے کہ حضور سرور کائنات (فداہ ابی و امی) نے تبلیغ رسالت کا کام شروع کیا۔ توحید کی صدا بلند ہوتے ہی چاروں طرف شور مچگیا۔ لیکن جونہی یہ صدا سلیم الفطرت آقا اور غلام کے کانوں میں پہنچی دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے ہی حضرت ابو حذیفہؓ کا دل نور اسلام سے منور ہو گیا۔ فرق بندگی و خواجگی برخواست۔ اب وہ خود اسلام کے غلام تھے اور سب سے پہلے جو کام اُنہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ اپنی بیوی کو کہہ کر حضرت سالمؓ کو آزاد کرا دیا۔

اب حضرت سالمؓ ہر طرح آزاد تھے جہاں اور جس طرح چاہتے رہتے لیکن آپ بچپن ہی سے حضرت ابو حذیفہؓ اور اُن کی بیوی کے آغوش عاطفت میں پلے تھے اور اُنہیں آپ سے بہت محبت ہو گئی تھی اس لئے اُنہوں نے آپ کو متبنّٰی بنا لیا اور نہ صرف متبنّٰی ہی بنایا بلکہ حضرت ابو حذیفہؓ نے آپ کی شادی بھی اپنی عالی نسب بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے کر دی۔ اور اس طرح دُنیا میں اُس حقیقی مساوات کا وہ نمونہ پیش کر دیا جس کی نظیر آجتک اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں پیش کر سکتا۔ خیال تو کرو کہاں حضرت سالم سے مجہول النسب عجمی غلام اور کہاں حضرت ابو حذیفہ رضؓ جیسے نہایت عالی نسب قریشی۔ اور قریش کے فخر نسب کا حال سب کو معلوم ہے کہ انصار مدینہ سے اُنہوں نے اس بنا پر لڑنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ اُن کو اپنے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے تھے اور جنگ میں اُن کو مارنا عار اور اُن کے ہاتھوں سے مرنا ذلت خیال کرتے تھے۔

غرضیکہ حضرت ابوحذیفہؓ نے آپ کو اپنا متبنّٰی اور داماد بنا کر وہ عزّت افزائی کی جسکے آپ حقیقی مستحق تھے۔

سالم بن ابوحذیفہ

اب حضرت سالمؓ کو لوگوں نے سالم بن ابوحذیفہ کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ حضرت ابوحذیفہؓ بھی آپ کو ایسا ہی محبوب و پیارا سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹا۔ اپنے بیٹوں کی طرح بلاتکلف زنانخانہ میں آنے جانے دیتے تھے۔

جس وقت قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ لوگوں کو اپنے (حقیقی) باپوں کے انتساب سے پکارو خدا کے نزدیک یہ زیادہ قرین انصاف ہے

سالم مولی ابوحذیفہؓ

اور اس آیت سے نے اُس فرضی رشتہ کو توڑ ڈالا تو حضرت ابوحذیفہؓ نے آپ سے عقد موالات کر لیا اور لوگ اُن کو بجائے سالم بن ابوحذیفہ کے سالم مولی ابوحذیفہ کے لقب سے منسوب کرنے لگے۔

اب بھی حضرت سالمؓ برابر حضرت ابوحذیفہؓ کے گھر میں اُسی طرح بےتکلف آیا جایا کرتے تھے لیکن چونکہ وہ فرضی ابوّت و ابنیت کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا اسلئے حضرت ابوحذیفہؓ کو ناگوار گذرنے لگا کہ اُنکی بیوی آپسے پردہ نہ کریں۔

مولی سے رضائی فرزند بنگئے

حضرت ابوحذیفہؓ کی زوجہ سہیلہ بنت سہیل بن عمرو عامریہ نے اس کو بھانپ لیا اور حضور نبوی میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ سالم کو ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور وہ ہمیشہ بےتکلف ہمارے گھر میں آیا جایا کرتا تھا لیکن اب ابوحذیفہ کو اسکا گھر میں آنا جانا ناگوار گذرتا ہے۔ نیز وہ اب بالغ بھی ہو چلا ہے۔

حضور سرور کائنات نے فرمایا۔ تم اُسکو دودھ پلادو وہ تمہارا محرم ہو جائیگا۔

حضرت سہیلہ کو بھی چونکہ حضرت سالم سے حد درجہ کی محبّت تھی اور وہ اُسے اپنا لخت جگر سمجھتی رہی تھی اُنھوں نے فوراً اس ارشاد نبوی کی تعمیل فرمائی اور دودھ پلا کر حضرت ابوحذیفہ سے تمام واقعہ بیان فرمادیا اور اب حضرت سالمؓ حضرت ابوحذیفہؓ کے رضائی فرزند بن گئے۔

ایسی رضاعت صرف سالم ہی سے مخصوص ہے

مندرجہ بالا حدیث کی راوی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں چونکہ یہ حدیث اُنھوں نے اپنے کانوں حضور کے زبان فیض ترجمان سے سُنی تھی اسلئے آپکا خیال تھا کہ

ہر ایک عورت کسی بالغ یا قریب بلوغت کے لڑکے کو اسی طرح دودھ پلا کر رضاعی فرزند بنا سکتی ہے لیکن دیگر ازواج مطہرات اِسکے خلاف ہیں وہ فرماتی ہیں کہ یہ خصوصیت صرف حضرت سالم کیلئے تھی۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب النکاح میں حضرت اُم سلمہؓ کا یہ قول درج ہے کہ یہ سالم کے لئے مخصوص اجازت تھی ورنہ جوانی کی حالت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

سالم کی خوش الحانی حضرت سالمؓ حافظ قرآن شریف تھے اور تقویٰ اور بزرگی میں بھی ہزار ہا شریف النسل قریشی صحابہ کے ہمسر بلکہ ہزاروں سے افضل سمجھے جاتے تھے اسپر مستزاد یہ کہ نہایت خوش آواز اور لحن داؤدی کے مالک تھے۔ آپ جب خوش الحانی اور رقت سے قرآن شریف پڑھتے تو سننے والے نہایت متاثر ہو جاتے تھے۔ راہ چلتے کھڑے ہو ہو کر نہایت ذوق و شوق سے آپکی قرأت سنتے اور اُن پر ایسی محویت اور خود فراموشی کا عالم طاری ہو جاتا کہ دُنیا ومافیہا سے غافل ہو جاتے تھے۔

ایکدن حضرت عائشہؓ صدیقہ کسی کام کیلئے گھر سے نکلیں۔ حضرت سالمؓ قرآن شریف پڑھ رہے تھے آپ کھڑی سنتی رہیں۔ دیر ہو گئی لیکن آپ کو وقت گذرنا معلوم بھی نہ ہوا۔ بہت دیر کے بعد چونکیں اور واپس آکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور نے اتنی دیر تک توقف کی وجہ پوچھی۔ ام المومنینؓ نے عرض کی حضور ایک قاری تلاوت کر رہا تھا اُسکی آواز ایسی دلکش و دلاویز تھی کہ دیر تک محویت کے عالم میں کھڑی سنتی رہی۔ آپ کی یہ تعریف سُنکر حضور سرور کائنات خود شوق سے چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھے اور باہر تشریف لے آئے۔ دیکھا تو حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضؓ ہیں۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تم کو میری اُمّت میں پیدا کیا۔

سالم امام بنائے جاتے ہیں جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا تو بہت سے مسلمان مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مدینہ منورہ کے متصل ایک مختصر سی بستی میں جسکا نام قبا تھا ٹھہرے یہاں پہنچکر انہوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی جسے مسجد قبا کہتے ہیں اور اُسمیں آزادی سے خدائے واحد کی عبادت و پرستش میں مصروف ہو گئے۔

مُسلمانوں کی اس جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو سلمہؓ جیسے معزز و عالی نسب قریشی

بھی تھے لیکن اسلام کی رواداری اور مساوات کا یہ عالم تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک عجمی غلام یعنی حضرت سالمؓ کو اُن کا امام بنا کر بھیجتے ہیں۔ حضرت سالمؓ امام ہیں اور شرفائے انصار و مہاجرین اُن کی اقتدار میں صف باندھے اُس خدا کی بارگاہ میں جبہ سائی کیلئے کھڑے ہیں جس کے نزدیک بلحاظ عبودیت دونو برابر ہیں اور جس کا فرمان واجب الاذعان ابتک پکار رہا ہے اور پکارتا رہیگا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

باوجود ایں ہمہ ادعائے تہذیب و حریت دُنیا کی کوئی قوم آج کسی غیر قوم کے ہم مذہب کو اپنے میں یہ رتبہ دے سکتی ہے؟

اس کے بعد جب حضور سرور کائنات بھی مدینہ منورہ میں پہنچ گئے تو آپ کو مسجد قبا کا مستقل امام مقرر کردیا گیا۔ تمام مہاجرین جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے اکثر آپ کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

صحابہ کی نظر میں آپکی وقعت | قرآن شریف کی برکت۔ علم و فضل اور زہد و اتقاء نے صحابہ کرام میں آپکی وقعت و عزت کو بہت بڑھا دیا تھا۔ تمام صحابہؓ آپ کو ادب کی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ آپ کی بیحد تعریف فرمایا کرتے۔ یہانتک کہ جب آپ زخموں سے نڈھال اور خلافت کے بارہ میں متفکر اور مشورے کے لئے وصیت فرمارہے تھے تو بے اختیار آپکی زبان سے نکل گیا :۔

"اگر سالم موجود ہوتے تو میں اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ کے حوالے نہ کرتا"

اِس جامع اور سیدھے سادے فقرہ کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور خوب غور سے پڑھو۔ کیا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ایک عظیم اور وسیع عربی سلطنت کی ذمہ داری کسی شریف النسل۔ کسی عالی نسب قریشی کو نہیں بلکہ ایک عجمی الاصل غلام کو سپرد کی جاتی ہے۔

اے چرخ خمیدہ کمر! سچ بتا تو نے اپنی تمام عمر میں کہیں ایسی رواداری دیکھی ہے تجھے اسلام کے سوا کہیں اور بھی یہ فراخدلی نظر آئی ہے۔ کہ آقا اپنے غلاموں کے غلام بنکر رہنے کو فخر سمجھیں۔ تمام دُنیا کو چھان مار تجھے کہیں ایسی رواداریاں نہ ملیں گی۔ آہ وہ اسلام کیا ہوا۔ وہ اسلام کے علمبردار کیا ہوئے۔ وہ بےنفس لوگ کہاں چلے گئے۔

آپ کی شجاعت اسلام مُردہ جسموں میں رُوح پھونک دیتا ہے۔ رگ رگ میں جوش و شجاعت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اسلام عزت و رفعت کا ذمہ دار ہے۔ لیکن اُسوقت جبکہ کوئی حقیقی مسلمان بنجائے۔ مسلم محکوم بننے کے لئے نہیں بلکہ حاکم بننے کے لئے دُنیا میں آیا ہے لیکن کب؟ جب کہ وہ اسلام کا حقیقی پیرو بنجائے۔ اسلام کے اصول ہی ایسے ہیں کہ وہ محکوم نہیں بن سکتا۔

حضرت سالمؓ بھی مسلمان ہوتے ہی ان سب تاثرات کے مالک تھے۔ رگ و پے میں شجاعت سرایت کر گئی تھی۔ غزوات بدر۔ اُحد۔ خندق اور دیگر تمام اہم جنگوں میں جو عہد نبوی میں واقع ہوئیں آپ شریک رہے۔ اور غیر معمولی شجاعت سے لڑے۔

حضرت سالمؓ کی شہادت جب تک دُنیا میں اسلام اور اسلام کی تاریخ موجود ہے یمامہ کی جنگ کی یاد دلوں سے محو نہیں ہو سکتی۔ اِس جنگ کا بانی مبانی مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا جس نے چالیس ہزار فوج سے اسلام کے خلاف خروج کیا۔ اگرچہ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب خود مارا گیا اور اُس کی تمام فوج قتل و منتشر ہو گئی لیکن اس جنگ میں اسلامی لشکر کو بھی سخت نقصان پہنچا۔ مدینہ منورہ کے انصار و مہاجرین میں سے تین سو ساٹھ نہایت عالی مرتبہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے جن میں ستر حفاظ قرآن مجید تھے۔

اِس جنگ میں حضرت سالمؓ اپنے منہ بولے باپ کے ہمراہ شریک تھے۔ جب مہاجرین کے علمبردار عبداللہ بن حفصؓ شہید ہو گئے تو آپ نے فوراً آگے بڑھ کر علم اسلامی کو اُٹھا لیا۔ جو لوگ آپ کے علو مرتبت سے واقف تھے اُنہوں نے اس خیال سے کہ آپکی جان خطرہ میں پڑ جائیگی آپ کو اس امر سے باز رکھنا چاہا اور عرض کیا کہ یہ خدمت کسی اور صاحب کے سپرد فرمایئے۔

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا بئس حامل القرآن انا اذا۔ یعنی جان کے خوف سے اگر میں ایسے موقعہ پر بزدلی دکھاؤں تو نہایت ہی بُرا حافظ قرآن ہونگا۔

اتنا کہا اور نہایت جوش کے ساتھ لشکر اعدا پر حملہ آور ہوئے اور اپنے حافظ قرآن ہونے کا ایسا ثبوت دیا کہ قیامت تک یاد رہیگا۔

اثنائے جنگ میں کسی شقی ازلی نے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔

آپ نے لوائے اسلام کو بائیں ہاتھ میں اُٹھا لیا۔ پھر بایاں ہاتھ بھی شہید ہو گیا تو آپ دونوں کٹے ہوئے بازوں کا حلقہ کر کے گردن کے سہارے علم توحید بلند کئے رہے۔ اُسوقت آپکی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ جاری تھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ۔ محمدؐ صرف ایک رسول ہیں اور کتنے انبیاء ہوئے ہیں جنکے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں۔

آپ کے شہید ہونے کے متعلق دو روائتیں ہیں مصنّف اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ جب زخموں سے چور ہو کر گرے تو پوچھا ابو حذیفہ کہاں ہیں لوگوں نے کہا شہید ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا نام لیکر فرمایا وہ کیا ہوئے جواب دیا "وہ بھی شہید ہو گئے" فرمایا "مجھے ان دونو کے درمیان لٹا دو"۔ لوگوں نے آپ کو ان دونوں کے درمیان لٹا دیا اور آپ محبوب حقیقی سے جا ملے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے پاؤں ڈگمگا گئے تو حضرت سالمؓ نے فرمایا "افسوس! رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا" وہ اپنے لئے گڑھا کھود کر اُس میں کھڑے ہو گئے اور لوائے توحید کو سنبھالے ہوئے آخری لمحہ حیات تک لڑتے رہے۔ اختتام جنگ پر دیکھا گیا کہ اس شہید وفا کا سر اپنے مولیٰ حضرت ابو حذیفہؓ کے پاؤں پر تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن الصحابۃ اجمعین۔

آپ کی وراثت شریعت کا مسئلہ ہے کہ مرنیوالے کا اگر کوئی وارث نہ ہو تو اُس کے آزاد کرنے والے کو اُس کی جایداد دیجائے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے آپکی میراث کو ثبیتہ بنت یعار زوجہ حضرت ابو حذیفہ رضؓ کے پاس بھیجدیا لیکن ثبیتہ نے یہ کہکر کہ میں نے اُن کو محض رضا خداوندی کے لئے آزاد کیا تھا۔ میں اُن کا مال نہیں لینا چاہتی۔ وہ سب چیزیں واپس کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن چیزوں کو بیت المال میں داخل کر دیا۔

آپ سے روایت ثابت بن قیس بن شماس۔ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

سیدنا سلمان فارسیؓ

وہ سوارِ سمندِ شوقِ حبیبؐ — وہ سراپا تلاشِ جلوۂ یار
مستعد، منتقل، غریبِ دیار — راہ پُرخار - راہزن خونخوار
فرطِ ناکامی اور استقلال — جوششِ محرومی اور استمرار
یک قدم راہ جانتا ہے وہ — بحر ہو - بادیہ ہو یا کہسار
گاہ مجمر فروزِ دیرِ مغاں — گہ ہم آغوشِ حلقۂ زنّار
گاہ منظورِ حضرتِ رہبان — گاہ مقبولِ زمرۂ احبار
اس جواں بخت پیرِ سال کو دیکھ — عرصۂ شوق میں سبک رفتار
ہمرکاب اِک ہجومِ آشیاء — ہمخیال اِک کشایش پیکار
یعنی آہِ جگرشگاف کروڑ — یعنی اُمیدِ دلگداز ہزار

ہیچ دانی کدام ذیشانست
سرورِ دین و عشق سلمانست

مالِ دُنیا کے چھوڑ دینے میں — عزمِ سلماں ہے برقِ خرمن سوز
دولتِ دیں کو مول لینے میں — عشقِ سلماں ہی مہر و دہر افروز
فطرتِ حق شناس راہنما — طبعِ آگاہ معرفت آموز
مرحبا شانِ کوششِ پیہم — حبذا لطفِ طالعِ فیروز
حُسنِ انجام و کسوتِ آغاز — فکرِ فردا و حالتِ امروز
اِک تخیل ہے مایہ دارِ خلش — اِک تصوّر ہے ناوکِ دلدوز
پیکرِ بے نیازِ منّت ساز — خاطرِ نازدارِ معنی سوز
پائے رفتن نہ جائے ماندن ہی — صبر ہاں صبر! انتظار ہنوز

اے جہاندیدۂ بیدلِ محبوب
ہے ابھی دور منزلِ محبوب

ان پہ صدقے ہو انپہ قرباں ہو — خود بلاتے ہیں مرحبا تجھکو
تیری آنکھوں کو سیر کرتے ہیں — کر کے پروانۂ ضیا تجھ کو
دلدہی بھی ہے دلربائی بھی — کیسا محبوب مل گیا تجھ کو
حسبِ امیدِ دل خدا ہو جا — سے چلا طالع رسا تجھ کو
بخت یاور ہے عقل رہبر ہے — وجہ توفیقِ مدعا تجھ کو
وصل میں بھی مجھے نصیب نہیں — ہجر میں جو مزا ملا تجھ کو
سبقت کے سبب سے حاصل ہو — اجتبا تجھ کو اصطفا تجھ کو
کر گیا سرفراز ملک طلب — شوق کا سایۂ ہما تجھ کو
کاش عرشی کو بھی کہا ہوتا — لب جاناں نے جو کہا تجھ کو

"اے تو از اہلِ بیتِ ما ہستی"
از عزیزانِ مصطفےٰ ہستی

ع گر طلب صادق ہو محنت رائگاں جاتی نہیں

ایران کی سرزمین ہے۔ جہاں کے لوگ رات دن آتش پرستی میں مشغول رہتے تھے ایک کمسن لڑکا اٹھتا ہے تحقیق حق کا ذوق اُسے ایک گرجا میں لیجاتا ہے۔ وہ عیسائی بنتا ہے اور عیسائی بنکر شام و فلسطین کے تمام بڑے بڑے راہنمایانِ دینِ عیسوی کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ جو جو شکوک و شبہات دین عیسوی کی بابت اُس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ اُن کا ازالہ کرنا چاہتا ہے لیکن بڑے بڑے راہب اور اسقف بھی اُسکے سوالوں کو حل نہیں کر سکتے۔ وہ ہر ایسے مسئلہ کو جو حل نہیں ہو سکتا۔ تقلیدی طور پر اُس سے منوانا چاہتے ہیں جو اسکو منظور نہیں۔ جو اُسکی پیاس کو نہیں بجھا سکتے۔

لیکن اس ایرانی بچہ کی صمیم عزمی کو دیکھو کہ وہ اسی جستجوئے حق اور تلاش دین اللہ میں بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اُسکی ہمت و ارادہ میں سر مو اضمحلال نہیں آتا۔ تمام جوانی ضائع کرنے کے بعد اُسکو اتنا سراغ ملتا ہے کہ اُسکے درد کی دوا اور اُسکے مرض کا علاج عرب کے ریگزاروں میں ہے۔ وہ خدا کا نام لیکر اس لق و دق بیابان میں قدم زن ہوتا ہے اور یثرب تک جا پہنچتا ہے لیکن کس شان سے؟ ایک سنگدل یہودی کا غلام بنکر۔

وہ طرح طرح کے مصائب جھیلتا اور غلام بنتا ہے لیکن اسکی عقل سلیم اندھی تقلید کا طوق گردن میں ڈالنے کیلئے تیار نہیں۔ اُسکے مصائب اور غلامی کی زنجیریں اُس کے ذوق سلیم کو بیڑیاں نہیں پہنا سکتیں۔ کیا اُس کی یہ تگ و دو اور اُس کی طلب صادق رائگاں جاتی ہے؟ نہیں ع

کششے کہ عشق دارد نگزاردت بدیساں ۔

اُس کا جذب حقیقی اُس کے مطلوب کو مکہ معظمہ سے یثرب میں کھینچ لاتا ہے۔ وہ اُس کے ہر ایک روحانی اور جسمانی درد کی دوا بنکر آتا ہے۔ مطلوب سے طالب بنکر اُسکو غلامی سے آزاد کراتا ہے اور اُس کی عزت کو یہانتک بڑھاتا ہے کہ اُس کو اپنے مقربین میں شامل کر لیتا ہے۔ آؤ تمہیں اس جویائے حق کی پُر درد اور پُر ذوق داستان سُنائیں

آپ کا نام اور حسب و نسب آپ کا نام مابہ بن بوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک تھا۔ آپ شاہ آب کی نسل سے تھے۔

مسلمان ہونے پر آپ کا نام سلمان رکھا گیا۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور سلمان خیر کے لقب سے مشہور ہیں۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے حسب و نسب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام سلمان بن اسلام ہے۔

آپ کا وطن آپ کی وطنیت کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض روایتوں میں آپ کے وطن کا نام رام ہرمز آیا ہے اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ آپ شہر جی ضلع اصفہان کے رہنے والے تھے۔

داستانِ ذوق آپ کے مدینہ طیبہ پہنچنے اور اسلام لانے کا قصہ ایک پُر ذوق داستان ہے جس سے اُن کے ذوقِ سلیم اور سعادت ازلی کا پتہ چلتا ہے۔ یہ قصہ اُنہوں نے خود حضور کی خدمت میں بیان کیا تھا۔ اور پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دوبارہ آپ ہی کی زبان مبارک سے سُنکر اسے روایت کیا:-

آپ نے فرمایا کہ میں اصفہان کے ایک گاؤں جی کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ ایک معزز زمیندار تھا اور جی کے علاوہ آس پاس کے گاؤں میں بھی اُس کی جایداد تھی۔

چونکہ میں اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا اس لئے مجھ سے از حد محبت تھی - یہانتک کہ مجھ کو لڑکیوں کی طرح گھر میں بٹھا رکھتا تھا - اس زمانہ میں میرا مذہب آتش پرستی تھا اور مجھ کو اپنے اس مذہب سے ایسی لگن تھی کہ آگ کو کبھی بجھنے نہیں دیتا تھا -

ایک دن کا ذکر ہے کہ میرا باپ ایک مکان کی تعمیر میں مصروف تھا اُس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا :-

"بیٹا تم دیکھتے ہو کہ میں اِس مکان کی تعمیر میں مصروف ہوں اور کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے نہیں جا سکتا اس لئے آج تم ہی میری بجائے باہر کھیتوں پر چلے جاؤ - مگر جلد آنا ایسا نہ ہو کہ دیر ہو جائے تو میں پریشان ہو کر سب کاروبار چھوڑ دوں اور تمہیں تلاش کرنے نکل کھڑا ہوں"۔

میں اپنے والد کے حکم کے مطابق کھیتوں کی طرف روانہ ہوا - راستہ میں عیسائیوں کا ایک گرجا تھا اور وہ اُس وقت اُس میں نماز پڑھ رہے تھے - میں اُنکی آواز سُن کر اُس گرجا میں گیا اور اُن کی نماز کا تماشا دیکھنے لگا -

مجھے اُن کی نماز کا طریق بہت پسند آیا اور دل میں خیال کیا کہ بیشک یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے - پھر میں تمام دن اُسی گرجا میں رہا اور اپنے کھیتوں پر بھی نہ گیا - اور نہ ہی اپنے باپ کے پاس واپس آیا - یہانتک کہ میرے والد نے گھبرا کر میری تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے -

جب مجھے عیسائیوں کی نماز پسند آئی تو میں نے اُن سے پوچھا کہ اس مذہب کا مرکز کہاں ہے ؟ اُنہوں نے جواب دیا ملک شام میں -

میں غروب آفتاب کے بعد وہاں سے چلکر اپنے باپ کے پاس آیا - میرے باپ نے مجھے دیکھا تو اُس کی جان میں جان آئی اور کہنے لگا :- بیٹا تم کہاں تھے ؟ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ جلد آجانا - میں نے کہا : اُے باپ میں ایک گرجے کے پاس سے گذر رہا تھا کہ اُس میں کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا - اُن کی نماز مجھ کو بہت پسند آئی اور مجھے معلوم ہوا کہ اُن کا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے" میرے

والد نے کہا :۔ نہیں بیٹا تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا دین اُن کے دین سے بہتر ہے
میں نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں"۔
یہ سُن کر میرے والد مجھ پر بدظن ہو گئے اور اُنہوں نے میرے پاؤں میں زنجیر
ڈال کر گھر میں قید کر دیا۔
اب میں نے اُس گرجا کے نصاریٰ کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہارا مذہب قبول کر لیا ہے
جب تمہارے پاس ملک شام کوئی قافلہ آئے اور واپس جانے کو ہو تو مجھے اطلاع دینا
تاکہ میں اُس قافلہ کے ساتھ ملک شام کو چلا جاؤں۔ چنانچہ جب قافلہ آیا تو اُنہوں نے
مجھے اطلاع دی میں نے چپکے سے زنجیر کو پاؤں سے نکالا اور بھاگ کر اُس قافلہ میں مل گیا۔
جب میں ملک شام میں پہنچا تو میں نے پوچھا کہ اس جگہ تمہارا سب سے بڑا عالم کون ہے
اُنہوں نے کہا کہ فلاں راہب جو فلاں گرجا میں رہتا ہے۔
میں اُس راہب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے آپ کا مذہب قبول کیا ہے
اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کروں۔ اُس نے مجھے
اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دیدی۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ جس
شخص کی لوگوں کی نظر میں اس قدر عزت و وقعت ہے وہ ایک بدترین خصلت کا
آدمی ہے۔ لوگوں کو صدقہ کا حکم اور ترغیب دیتا تھا لیکن جب لوگ صدقہ کا مال
جمع کر کے لاتے تو بجائے مساکین و یتامیٰ پر خرچ کرنے کے اپنے پاس جمع کرتا جاتا
تھا یہاں تک کہ اُس کے پاس درہم و دینار کے سات گھڑے جمع ہو گئے تھے۔
جب یہ راہب مر گیا اور لوگ اسکی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے تو میں نے کہا
تمہارا یہ راہب نہایت بد باطن شخص تھا۔ تم لوگ صدقہ کا جو مال اُسکو دیتے تھے وہ
اُس کو بجائے مساکین پر خرچ کرنے کے اپنے لئے جمع کرتا جاتا تھا" اُنہوں نے کہا
تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا۔ میں نے کہا میں تم کو اُسکا خزانہ بتلاتا ہوں"۔
یہ کہکر میں نے اُنہیں وہ جگہ بتلا دی جہاں اُس کی دولت دبی ہوئی تھی۔ جب
اُنہوں نے اُس کو کھود کر نکالا تو حیران رہ گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم ہم اسکو ہرگز دفن نہیں کریں گے

تک کا واقعہ اسطرح لکھا ہے :-

میں اپنی گائیں بکریاں چراتا اور اُن کا دودھ پیکر عموریہ میں گذر اوقات کرتا تھا کہ قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ میں نے اُن کا نام ومقام دریافت کیا اُنہوں نے مجھ کو بتایا تو میں نے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے شہر تک لیچلو تو میں تمہیں اپنی گائیں اور بکریاں دیدونگا۔ اُن لوگوں نے منظور کر لیا اور مجھے سوار کر کے وادی القریٰ میں لے آئے یہاں پہنچکر اُنہوں نے مجھ کو غلام بناکر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر کے دام وصول کئے اور میری گائیں اور بکریاں لیکر چلتے ہوئے۔

اسوقت اگرچہ میں ایک یہودی کا غلام تھا لیکن جو دُھن دماغ میں سمائی ہوئی تھی اس میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی۔ وادی القریٰ میں کھجوروں کی کثرت دیکھ دیکھ کر بار بار میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ کیا عجب جس مقام کا پتہ مجھے اس مرد خدا نے دیا تھا وہ یہی ہو۔ میں اسی خیال میں مگن تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد بنو قریظہ کا ایک یہودی وادی القریٰ میں آیا اور مجھے اُس یہودی سے خرید کر مدینہ میں لے آیا۔ مدینہ میں قدم رکھتے ہی میری آنکھیں کھل گئیں اور میں نے دیکھا کہ صاحب عموریہ نے جو نشانیاں بتلائی تھیں وہ سب اسمیں پائی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ وُہی شہر ہے جسکا مجھے پتہ بتلایا گیا تھا۔

مجھے اس یہودی نے اپنے نخلستان میں کام پر لگا دیا اور میں مدت تک وہاں کام کرتا رہا اسی اثنا میں حضور سرور کائنات مبعوث ہو چکے تھے لیکن مجھے اُنکی کوئی خبر نہ پہنچتی تھی یہانتک کہ حضور مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں اُترے۔

میں کھجوریں اُتارنے کیلئے درخت پر چڑھا ہوا تھا کہ میرے آقا کا چچا زاد بھائی آیا اور کہنے لگا کہ "خدا بنی قیلہ کو ہلاک کرے کہ وہ ایک شخص پر جو مکہ سے آیا ہے اور اپنے آپکو نبی کہتا ہے ٹوٹے پڑتے ہیں"۔

خدا کی قسم مجھے اُسکی یہ بات سُنکر لرزہ سا آگیا اور مارے خوشی کے کانپنے لگا۔ یہ خیال کرکے کہ کہیں درخت سے گر نہ پڑوں میں جلدی سے اُتر آیا اور اپنے آقا سے پُوچھا کہ یہ کیا خبر ہے۔

میرے سنگدل آقا نے بجائے کچھ جواب دینے کے مجھے ایک گھونسا رسید کیا اور کہنے لگا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب ؟ تم اپنا کام کرو۔ میں پھر اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔

جب شام ہوگئی تو میں نے کچھ کھجوریں جمع کیں اور اُن کو لیکر حضور کی خدمت میں آیا۔

آپ قبا میں مقیم تھے میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ جمع ہو گیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو صدقہ کر دوں۔ جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا تو آپ سے زیادہ مجھے کوئی اسکا مستحق نہیں نظر آتا۔ کیونکہ آپ حاجتمند اور مسافر ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے محتاج اصحاب بھی ہیں۔"

یہ کہکر میں نے کھجوروں کو نکالکر حضور کے سامنے رکھ دیا۔ حضور نے اپنا ہاتھ بھی اُنہیں نہ لگایا۔ ہاں اپنے اصحاب کو کھا لینے کا حکم دیا۔ پس وہ لوگ کھانے لگے۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ ایک نشان تو پورا ہو گیا۔ پھر اپنے مالک کے مکان پر لوٹ آیا۔

حضور اب قبا سے مدینہ میں تشریف لے آئے تھے کہ ایکدن میں نے پھر کچھ کھانے کی چیزیں جمع کیں اور اُنہیں لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ کی چیز نہیں کھاتے اس لئے میں آپ کے لئے کچھ ہدیہ اور تحفہ لایا ہوں اور یہ صدقہ نہیں ہے۔ یہ سُنکر حضور نے اپنا دست مبارک بڑھایا خود بھی کھانے لگے اور اپنے اصحاب کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے اور وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔

اس واقعہ کو بھی چند یوم گذر گئے اور میں پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت حضور ایک جنازہ کے ہمراہ بقیع غرقد کی طرف تشریف لیجا رہے تھے۔ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ایک تہ بند کی طرح باندھے ہوئے۔ اصحاب نے حضور کو چاروں طرف سے احاطہ کر رکھا تھا۔ میں نے سلام کیا اور پھر کر آپ کی پشت مبارک دیکھنے لگا حضور نے میرا ارادہ معلوم کر کے چادر پیٹھ سے اُٹھا دی۔ میں نے مُہر نبوت کو ٹھیک اسی طرح دیکھا جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا تھا۔ میں اُسکو بوسہ دیکر رونے لگا۔

حضور نے بقیع غرقد میں پہنچکر مجھ کو اپنے سامنے بٹھا لیا چنانکہ میں نے حضور سے اپنی تمام سرگذشت بیان کی ٹھیک اسی طرح جس طرح اے ابن عباسؓ میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ حضور نے یہ سُنکر چاہا کہ صحابہ کو بھی یہ تمام واقعہ سنادوں اور اسکے بعد میں ایمان لے آیا۔

آپ کی آزادی حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی غلامی کے سبب غزوۂ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکا۔

ایکدن میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور نے فرمایا اُے سلمان تم مکاتب بنجاؤ۔ میں نے حضور کا فرمان مبارک سُنکر اپنے آقا سے مکاتب بننے کی درخواست کی۔ میرے آقا نے اس شرط پر مجھے آزاد کرنا منظور کیا کہ میں تین سو کھجور کے درخت اُس کے لیئے لگا دوں اور چالیس اوقیہ سونا ادا کروں۔

میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر ان شرائط کو بیان کیا۔ حضور نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائی کی مدد کرو۔ جانثار صحابہ کے نزدیک یہ کونسی بڑی بات تھی۔ ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کسی نے تیس کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس پودے مجھ کو لا دیئے۔

جب تین سو پودے پورے ہوگئے تو حضور نے فرمایا سلمان کو لیکر چلو اور زمین کھودو جب گڑھے تیار ہوجائیں تو مجھ کو خبر کرنا میں اپنے ہاتھ سے ان کو لگاؤنگا۔ میں نے جاکر زمین کھودنا شروع کی تو اور صحابہ نے بھی میری مدد کی جس سے بہت جلد گڑھے تیار ہوگئے۔ اسکے بعد حضور تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے پودوں کو لگانے لگے اور خدا سے برکت مانگی۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے اُن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا۔

اب مجھ پر صرف چالیس اوقیہ سونا ادا کرنا باقی تھا کہ اتفاق سے ایک روز حضور اپنے صحابہ کے ساتھ تھے کہ ان میں سے ایک شخص مرغ کے انڈے کے برابر سونا لایا جس کو اس نے کسی کان سے پایا تھا۔ اُسنے وہ سونا آپکی نذر کیا۔ حضور نے فرمایا غریب سلمان کہاں ہے، اُسکو بلاؤ۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ سونا لیجاؤ اور اپنا بدل کتابت ادا کردو۔ میں نے عرض کیا کہ اتنے میں کیا ہوگا؟ حضور نے فرمایا خدا پر بھروسہ کرو اسکو لیجاؤ۔ چنانچہ جب میں نے لیجاکر اُسکو وزن کیا تو پورے چالیس اوقیہ تھا۔

بہرحال بدل کتابت ادا کرکے آپ آزاد ہوگئے۔

آپ اہلبیت نبوی میں داخل ہوتے ہیں ماہ شوال ۵ھ میں کفار مکہ یہود مدینہ کے بہکانے سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں کو کفار مکہ سے زیادہ یہود مدینہ کیطرف سے خوف تھا

کیونکہ باوجود مسلمانوں سے عہد صلح کے کفار مکہ سے ملے ہوئے تھے اور مار آستین کا کام کر رہے تھے۔ اور اب تو انہوں نے علانیہ کفار مکہ سے مل کر مسلمانوں کے برخلاف لڑنے کا قصد کیا تھا۔ اگر مسلمان مدینہ سے باہر نکل کر کفار کا مقابلہ کریں تو یہودی اُن کے گھروں پر حملہ کر کے اُن کے اہل و عیال اور عورتیں کو قتل کر دیں۔ اور اگر شہر میں بیٹھ کر گھروں کی حفاظت کریں تو کفار کثرت تعداد کے باعث اور یہود شہر کی مدد سے مدینہ میں داخل ہو کر انہیں مغلوب کر لیں۔ غرضیکہ مسلمانوں کی حالت اسوقت نہایت نازک تھی۔

حضور نے ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اصحاب کی مشورہ کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے شہر کے گرد خندق کھودنے کی رائے دی جسے حضور نے پسند فرمایا اور تمام مسلمان مع حضور کے خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے تاکہ شہر میں قلعہ بند ہو کر گھروں کی حفاظت بھی کریں اور کفار مکہ سے بھی لڑیں جو دس ہزار کی تعداد میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ کی طرف بڑھے آرہے تھے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ باوجود کبرسنی بہت قوی اور مضبوط بدن کے تھے اسلئے انصار کہتے تھے کہ سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین کا دعویٰ تھا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں۔ حضور نے جب جھگڑا سنا تو فرمایا سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہیں۔ چنانچہ اسی روز سے آپ اہلبیت نبوی میں شمار کئے جانے لگے۔

اسلامی حکومت کی وسعت کی بشارت

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں خندق کے کھودنے میں مصروف تھا کہ ایک بہت بڑا پتھر نکل آیا۔ میں نے اسکے اکھاڑنے میں بہت جدوجہد کی لیکن ناکام رہا۔ حضور نے میری اس کشمکش کو دیکھ کر کدال میرے ہاتھ سے لیلی اور اس پتھر پر ضرب لگائی میں نے دیکھا کہ اس ضرب سے ایک بہت بڑی چمک پیدا ہوئی۔ تب حضور نے دوسری بار کدال کو پتھر پر مارا تو پھر ویسی ہی روشنی نمودار ہوئی یہاں تک کہ تیسری ضرب سے بھی ایسی ہی روشنی نکلی۔ اب مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے عرض کیا حضور یہ روشنی کیسی تھی۔

حضور:۔ کیا تم نے وہ روشنی دیکھی۔

میں:۔ ہاں حضور — میں نے دیکھی۔

حضور:۔ پہلی مرتبہ جو چمک ظاہر ہوئی اُس میں مجھے نظر آیا کہ یمن کی حکومت خداوند تعالے نے مجھے دی۔ اور دوسری بار کی چمک میں دکھائی دیا کہ شام و مغربی ممالک میرے لئے فتح ہوئے۔ اور تیسری بار کی روشنی میں ممالک مشرقی کی فتوحات دکھائی دیں۔ صدق اللہ و رسولہ۔

ناظرین غور کریں کہ دس ہزار کفار مدینہ کو گھیرے ہوئے ہیں اور شہر میں بکثرت یہودان کفار سے ان مٹھی بھر مسلمانوں کو تباہ کرنے پر عہد و پیمان کئے بیٹھے ہیں لیکن خدا کا رسول خدا سے بشارت پاکر مسلمانوں کو بڑی بڑی سلطنتوں کی فتحیابی کی خوشخبری سناتا ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

آپ کی مواخاۃ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی اور حضرت ابو الدرداءؓ میں مواخاۃ یعنی بھائی چارہ کرادیا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد حضرت ابو الدرداءؓ ملک شام میں چلے گئے تھے اور حضرت سلمانؓ عراق میں۔ اسوقت ان میں جو خط و کتابت ہوئی وہ بڑی عبرت انگیز ہے۔

آپکی اور حضرت ابو الدرداء کی خط و کتابت حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت سلمانؓ کو یہ خط لکھا تھا السلام علیکم۔ آپکے جدا ہونے کے بعد خدا نے مجھکو مال اور ذکر کے عنایت کئے اور میں ارض مقدس میں فروکش ہوا۔

حضرت سلمانؓ نے جواب دیا:۔ وعلیکم السلام۔ تم نے مجھے لکھا تھا کہ خدا نے تم کو مال و فرزند عنایت کئے سو تم جانو کہ مال و فرزند کی زیادتی خیر (نیکی) بھلائی نہیں ہے۔ بھلائی اس میں ہو کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہارا علم تم کو نفع دے۔ پھر تم نے مجھے لکھا ہے کہ تم ارض مقدس میں وارد ہوئے حالانکہ زمین کسی کے واسطے عمل نہیں کرتی۔ تم عمل کرو گویا کہ خدا کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔

آپ کی قناعت آپ نہایت قانع اور فیاض طبع تھے۔ بیت المال سے آپ کو پانچہزار درہم وظیفہ ملتا تھا لیکن آپ ان درہموں کو محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود باوجودیکہ مداین کے امیر تھے کبھی چٹائیاں بناکر معاش پیدا کرتے اور کبھی جنگل سے لکڑیاں چُن لاتے اور انہیں بیچکر روٹی کھاتے۔

اُنہوں نے اپنے لئے کوئی گھر نہیں بنایا تھا جہاں رات ہوئی کسی کے مکان کے سایہ میں پڑ رہے۔ ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ نے آپ سے کہا کہ آپ کے لئے مکان بنوا دیں۔ آپنے جواب دیا کیا تم مجھے بادشاہ بنا دینا چاہتے ہو اور میرے واسطے ایسا مکان بنانا چاہتے ہو جیسا کہ تمہارا گھر مدائن میں ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا نہیں بلکہ گھاس پھونس کا ایک ایسا گھر جس کی چھت چٹائی کی ہو اور جب تم کھڑے ہو تو تمہیں ایسا معلوم ہو کہ اسکی چھت تمہارے سر پر گرنے کو ہے۔ اور جب لیٹو تو معلوم ہو کہ تم پر گرنے کو ہے۔ آپنے جواب دیا یہ بات بالکل میری خواہش کے مطابق تم نے کہی۔

آپکی نسبت حضور کا فرمان حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جنت تین شخصوں حضرت علیؓ۔ حضرت عمارؓ اور حضرت سلمانؓ کی مشتاق ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سلمانؓ رات کو اسقدر دیر تک رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے اور اُنہیں رسول خدا صلعم سے اسقدر قربت حاصل تھی اور حضور کو ان کی اسقدر پاس خاطر منظور تھی کہ قریب تھا کہ مجھ سے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سبقت لیجائیں۔

آپ کی نسبت حضرت علیؓ کی رائے حضرت علیؓ سے حضرت سلمانؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اُن کو اولین وآخرین کا علم ہے۔ وہ ایسے دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ وہ ہم میں سے (یعنی اہلبیت میں سے) ہیں۔

آپ کا حلم و انکسار آپ باوجود امارت نہایت منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ ایک دفعہ جب کہ آپ مدائن کے حاکم تھے۔ بازار سے گذر رہے تھے۔ بدن پر ایک چھوٹا سا کرتہ تھا اور صورت سے بالکل غریب سے آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ایک شخص نے انجیروں کا ایک گٹھا خریدا اور آپ کو بلا کر کہا کہ اس بوجھ کو اُٹھا کر لیچلو۔ آپنے وہ بوجھ اُٹھا لیا اور اُس کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں جب لوگوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو اُس شخص کو بتایا کہ یہ تو یہاں کے حاکم ہیں۔ یہ سن کر اُس شخص نے معذرت کی اور کہا کہ مجھے خبر نہ تھی۔ آپ نے فرمایا جب تک اس گٹھے کو

تمہارے گھر تک پہنچا دونگا ہرگز نہ اُتار دونگا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے گھاس خریدی۔ پاس ہی حضرت سلمانؓ کھڑے تھے وہ آپ کو جانتا نہ تھا۔ اُس نے گھاس آپ کے سر پر رکھدی۔ آپ اُٹھا کر اُسکے ساتھ چلے جاتے تھے کہ آپ کے واقف لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا اور کہا کہ آپ کے بدلے ہم اسکو اُٹھا لیتے ہیں۔ اُس آدمی نے دیکھ کر لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہیں۔ اُسنے معذرت کی تو آپ نے کہا کہ میں نے تو نیت کرلی ہو کہ اسکو تمہارے گھر تک پہنچاؤں گا۔

آپکی رحمدلی آپ بیحد رحمدل واقع ہوئے تھے۔ یہانتک کہ اپنے غلاموں تک سے ایسا کام نہ لیتے جس سے اُنہیں شکایت کا موقعہ ملے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھا کہ آپ آٹا گوندھ رہے ہیں۔ اُسنے کہا آپ کا غلام کہاں ہو؟ آپ نے کہا کہ میں نے اُسے ایک کام کیلئے بھیجا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ جب وہ ایک کام کرکے آئے تو اُس سے دوسرا کام لیا جائے اسلئے میں خود آٹا گوندھ رہا ہوں۔ اللہ اکبر یہ تھی اسلام کی غلامی اور آقائی کہ جتنا کام غلام کرے اُتنا ہی خود آقا بھی کرتا ہے۔

خیرات کے مال سے بیزاری آپ کو چونکہ سرورِ کائنات نے اپنے اہلبیت میں شامل فرمایا تھا اسلئے آپ زکوٰۃ اور خیرات کا مال کھانے سے بہت سختی سے پرہیز کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے اُسنے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا یہ کیونکر ہوگا اُسنے جواب دیا کہ لوگوں سے سوال کرکے یہ مال ادا کردونگا۔ آپنے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو۔

باوجود زہد کے آپ کو رہبانیت سے نفرت تھی ایک دفعہ حضرت ابو درداؓ کی بیوی نے آپ سے شکایت کی کہ ابو درداء رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں جس سے میری طرف متوجہ ہونے کا اُنہیں وقت نہیں ملتا اور میری حق تلفی ہوتی ہے یہ سُنکر آپ وہیں بیٹھ گئے۔ رات کو جب ابو درداء نے نماز پڑھنے کا قصد کیا تو آپنے اُنکو روک لیا۔ صبح ہوئی تو کھانا تیار کروایا اور جب تک حضرت ابو درداؓ کو کھلا نہ لیا وہاں سے نہ اُٹھے۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے شکایت کی کہ جب دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں۔ عبادت میں اعتدال سے کام لیا کرو۔

آپ کا سامان آسائش زندگی کے دن کاٹنے کیلئے ہر شخص کو کچھ نہ کچھ اسباب اپنے پاس رکھنا پڑتا ہے جس کے بغیر گذر دشوار ہے۔ لیکن حضرت سلمانؓ ان چیزوں کو بھی بُرا سمجھتے تھے اور اگر اُن کے بس کی بات ہوتی تو وہ اُنہیں بھی اپنے پاس نہ رکھتے۔ آپ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت سعد بن وقاصؓ آپ کی عیادت کو آئے۔ آپ اُنہیں دیکھ کر رونے لگے حضرت سعدؓ نے کہا کہ رونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حضور سرور کائنات دُنیا میں آپ سے بہت خوش رہے۔ آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملینگے اور حوض کوثر پر رسول اللہ صلعم سے بھی ملاقات ہوگی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ بات یہ ہے کہ حضور نے وصیت فرمائی تھی کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہئے حالانکہ ہمارے گرد یہ سانپ ہیں۔ حالانکہ جس سامان کو آپ نے سانپ بیان کیا وہ ایک پیالہ تھا اور ایک لوٹا۔

آپکی وفات جب آپکی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے اُسکو اُٹھا لاؤ۔ وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائی۔ آپ نے اُسے پانی کے ایک پیالے میں حل کر کے اپنی بی بی سے فرمایا کہ اسے میرے اردگرد چھڑک دو کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو پسند کرتی ہے اور کھانا نہیں کھاتی یعنی فرشتے۔ اور دروازہ بند کر کے یہاں سے چلی جاؤ۔ آپ کی بی بی نے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسکے کان میں ایک نہایت دھیمی سی آواز پڑی وہ اُٹھی اور دروازہ کھولکر دیکھا تو آپ وصل بحق ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی عمر آپ کی وفات ۳۳ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں میں ہوئی۔ عباس بن یزید کا قول ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت سلمانؓ کی عمر ساڑھے تین سو برس کی تھی اور ڈھائی سو برس میں تو کچھ شک نہیں ہے۔

آپکی اولاد آپ کی نرینہ اولاد کوئی نہیں ہوئی تین لڑکیاں ہوئیں جنمیں سے ایک اصفہان میں تھی اور دو مصر میں۔

آپکے رواۃ آپ سے ابن عباسؓ۔ انسؓ۔ عقبہ بن عامر۔ سعید۔ کعب بن عمرہ۔ ابو عثمان نہدی اور شرجیل بن سمط وغیرہم نے حدیث روایت کی ہے۔

سیدنا صہیب رومیؓ

صہیب اے شمع زریں پیکر کاشانۂ الفت — حقیقت آگہ رمز وفا - فرزانۂ الفت

سرور اندوز چشم ساقی خمخانۂ الفت — قدم فرسودۂ سر منزل استانۂ الفت

دیار شوق میں ہی صیت تکمیل وفا تجھسے — جہان سوز کی مخلوق ہے آتش نوا تجھسے

وہ تیرے محشر افکار کی ہنگامہ زائی تھی — وہ تیرے ساز استقلال کی نغمہ سرائی تھی

کتاب عبرت آموزی تری پیوست وپائی تھی — عجب جوش صداقت تھا عجب حق آشنائی تھی

کہ تونے اف نہ کی رنج جفا جور پیہم سے — نہ موڑا منہ طریق سنت آقائے اعظم سے

دل ہنگامہ پرور محشرستان تمنا تھا — سر پرشور وقف ذوق سودائے تولا تھا

لب تکبیر گو کوس صدائے انت مولا تھا — نہیں معلوم ای مجذوب حسن دوست تو کیا تھا

حسام آفت صد گونہ را تنہا سپر بودی — متاع سوز آتش را بہا ہمچو شرر بودی

دیا دل - جان دی - اور مال بھی سب دیدیا اپنا — مگر اس رحمۃ اللعالمیں کو کرلیا اپنا

اسی ایثار سے آخر ہوا سب کچھ ترا اپنا — دیار آرزو اپنا - جہان مدعا اپنا

خوشا وہ دن کہ تو لذت کش دیدار جاناں تھا — بہار عافیت سی دیدۂ دل گل بداماں تھا

بدرد عشق و درد آشنا افسردہ می باشد — برنج تو کہ از رنجت مدام آزردہ می باشد

ہم از رنجت زبوں دامم بلا گستردہ می باشد — بظاہر زندہ بنماید بباطن مردہ می باشد

بلطفش رب کعبہ تا درِ آں قبلہ برساند

کہ از جاروب مژگاں خاک ایوانش بروباند

جانتے ہو آیۂ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ (بعض لوگ وہ ہیں جو اپنی جان اللہ کی رضامندی کیلئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے) کس کے حق میں اتری تھی - اور کیوں اتری تھی؟ بیشک جس شخص کے حق میں یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وہ کوئی بہت بزرگ انسان اور خدا کا پیارا ہوگا - آؤ انہیں اس بزرگ

اور خدا کے محبوب بندے کا حال بتائیں وہ حضرت صہیبؓ رومی تھے جو ایک غلام بنکر مکہ میں آئے
اور مسلمانوں کے سردار بنکر دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپکا حسب ونسب صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن
اسلم بن اوس مناہ بن نمر بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار۔
واقدی اور ابو اسحاق نے آپ کا نسب ذرا مختلف بیان کیا ہے۔ واقدی عقیل کے بعد کعب اور ابو اسحاق
جندلہ کے بعد سعد بن جذیمہ لکھتے ہیں۔ بعض جذیمہ کو خذیمہ بھی لکھتے ہیں۔

آپکی والدہ سلمیٰ بنت قعید بن مہیص بن خزاعی بن مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم تھیں۔

داستانِ غلامی آپ کے والد اور چچا کسریٰ فارس کی طرف سے سرزمین جزیرہ میں حاکم تھے جو سلطنت
ایران اور روم کا سرحدی علاقہ تھا۔ رومیوں نے شبخون مارا اور جو کچھ ہاتھ آیا لیکر چلتے بنے۔
صہیب اسوقت بہت کم سن تھے۔ کہیں رومیوں کے ہاتھ لگ گئے وہ انہیں بھی پکڑ کر ساتھ
لے گئے۔ انہیں میں نشوونمائی پائی اور انہیں کی زبان سیکھی۔

قصہ آزادی قبیلہ بنی کلب کے کچھ لوگ تجارت کی غرض سے شام کیطرف جا رہے تھے کہ انہوں نے آپکو بکتے ہوئے دیکھا
قسمت یاور تھی اور سعادت ازلی رفیق۔ وہ آپکو خرید کر مکہ میں لے آئے جہاں عبداللہ بن جدعان تیمی نے
قبیلہ کلب سے آپ کو مول لیکر آزاد کر دیا۔ لیکن یہ انہیں کے گھر میں رہے یہانتک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

حضرت صہیبؓ کی بیوی۔ انکے لڑکے اور مصعب بن زبیر ان کی آزادی کا واقعہ اسطرح بیان
کرتے ہیں کہ جب آپ جوان ہوئے اور ہوش سنبھالا تو خود ہی بھاگ کر مکہ میں چلے آئے۔ یہاں
پہنچکر انہوں نے ابن جدعان سے حلف کی دوستی کر لی یہانتک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

آپ کا حلیہ آپ کا رنگ بہت سرخ تھا۔ قد متوسط اور سر کے بال گھنے تھے۔

آپ کا اسلام لانا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ اسلام لے آئے۔ واقدی کا بیان ہے
کہ حضرت صہیبؓ اور عمار ایک ہی دن اسلام لائے۔ اسوقت تک قریباً تیس کس مسلمان ہو چکے تھے
آپ جسوقت مشرف باسلام ہونے کیلئے درگاہ نبوی میں حاضر ہوئے حضور ارقم کے گھر میں تشریف فرما تھے۔

عمار کی زبانی حضرت عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صہیب بن سنان کو ارقم کے دروازہ پر دیکھا اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں تھے۔ میں نے صہیب سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں کھڑے ہو صہیب نے کہا

تم کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور اُنکی باتیں سنوں صہیب نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ہمیں اسلام کی ترغیب دی تو ہم فوراً ایمان لے آئے۔

السابقون میں حضور فداہ ابی و اُمی فرمایا کرتے تھے سبقت کرنے والے چار کس ہیں۔ اہل عرب میں سے میں ہوں۔ اہل روم میں سے صہیبؓ۔ اہل فارس میں سے سلمانؓ اور اہل حبش میں سے بلالؓ۔

اللہ اکبر روم۔ ایران وحبش میں سے اسلام میں سبقت کرنے والے سب غلام ہیں اور انہیں کی سید العرب والعجم تعریف فرما رہے ہیں۔

آپکی ہجرت آپ مکہ معظمہ میں ایک غلام کی حیثیت سے آئے تھے اور باوجود آزادی قریش اُنکو کمتی نظر سے دیکھتے تھے۔ علاوہ ازیں وہاں آپ کا کوئی رشتہ دار بھی نہ تھا جو آپکی حمایت کرتا یا اسکے لحاظ سے وہ اُن کے ایذا دینے میں کچھ کمی کرتے۔ اسلئے کفار مکہ نے آپکو خوب تختہ مشق ستم بنایا۔ مجاہد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کو ظاہر کیا وہ رسول خدا صلعم۔ ابوبکرؓ۔ خبابؓ۔ صہیبؓ۔ بلالؓ۔ عمارؓ سمیہ والدہ عمارؓ تھیں رسول خدا صلعم کی آپکے چچا ابو طالب نے حمایت کی۔ ابوبکرؓ کو اُنکی قومی وجاہت نے محفوظ رکھا اور باقی سب لوگوں کو لوہے کی زرہیں پہنا پہنا کر دھوپ میں لٹایا اور تکلیف میں ڈالا گیا۔ لیکن آفرین ہے آپ کی ہمت پر کہ کفار کی تمام سختیاں صبر و شکر سے برداشت کیں اور اُس وقت تک مکہ معظمہ میں ٹھیرے رہے جب تک کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں نہ جا پہنچے۔

جب مکہ معظمہ میں اُن کے وہ محبوب ہی نہ رہے جن کے دیدار سے آپکی آنکھوں کو ٹھنڈک اور قلب مضطر کو قرار تھا تو آپ بھی اُٹھے اور مدینہ کی راہ لی۔

حضرت صہیبؓ نے زمانہ آزادی میں تجارت سے کافی دولت پیدا کر لی تھی۔ اس لئے جب آپ مدینہ کو روانہ ہوئے تو چند کافروں نے دولت کے لالچ سے آپ کا تعاقب کیا آپنے اُن کو دیکھ کر اپنا ترکش نکال لیا اور فرمایا :۔

"اے گروہ قریش تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں۔ خدا کی قسم تم اُسوقت تک میرے نزدیک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میرے تمام تیر ختم نہ ہو جائیں اسکے بعد میں تلوار کھینچوں گا اور اُسوقت تک لڑونگا جب تک کہ میرے بازو کام دینگے"

یہ سنکر کافر پھر گئے اور کہنے لگے: - "اے صہیبؓ جب تم مکہ میں آئے تھے تو ایک غلام بالکل حقیر و مفلس تھے - ہم لوگوں میں رہ کر تم مالدار بنے اور اس حالت میں پہنچے - اب تم خود بھی جاتے ہو اور اپنا مال بھی لیجانا چاہتے ہو یہ کبھی نہیں ہوسکتا"۔

آپنے پوچھا: - "اگر میں سارا مال تمہارے حوالہ کردوں تو مجھے جانے دوگے؟" مشرکین نے جواب دیا۔ "ہاں"

آپ نے سارا مال واسباب مشرکین کے حوالہ کردیا اور آپ حضور کی خدمت میں بمقام قبا آپہنچے - کیونکہ حضور اُس وقت تک قبا ہی میں ٹھیرے ہوئے تھے۔

حضور سرور کائنات نے جب یہ واقعہ سُنا تو جوشِ مسرت سے فرمایا: -

"اے ابو یحییٰ[1] تمہاری تجارت بہت اچھی رہی اور تم نفع میں رہے"

پھر خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔

آپ کا مذاق آپ باوجود اس فضل اور علو مرتبہ کے بڑے زندہ دل تھے - مذاق اور حسنِ خلق آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا - آپ خود ہی ایک واقعہ اپنے مذاق کا بیان کیا کرتے تھے جس سے علاوہ آپکی زندہ دلی کے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ حضور سرور کائنات اور آپ کے خدام کے تعلقات کیسے بے تکلفانہ تھے - آپ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اسوقت آپ قبا میں تھے - آپ کے سامنے رطب اور تمر رکھے ہوئے تھے - اور میری ایک آنکھ دکھتی تھی مگر میں جاتے ہی بے تکلف کھانا شروع کردیا - حضور رفداہ ابی و امی نے فرمایا تم آشوب چشم کیحالت میں تمر کھاتے ہو

میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں اس آنکھ کیطرف سے کھاتا ہوں جو اچھی ہے"۔

یہ سُنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے یہانتک کہ آپ کے دندان مبارک کھل گئے۔

آپکی مواخات مدینہ منورہ میں پہنچکر حضور سرور کائنات نے ابو سعد حارث بن صمہ انصاری خزرجی نجاری سے آپ کی مواخات (بھائی چارہ) کردی۔

حضرت صہیبؓ اور حضرت عمرؓ کی ایک ملاقات ایکدن اسلمؓ اور حضرت عمرؓ حضرت صہیبؓ کے ایک باغ میں گئے جب حضرت صہیب نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے یناس یناس - حضرت عمرؓ فرمانے لگے

---

[1] ابو یحییٰ آپکی کنیت ہے اور خود حضور سرور کائنات نے آپکی یہ کنیت تجویز فرمائی تھی۔

لوگوں کو کیوں پکار رہے ہیں۔ اسلم کہتے ہیں میں نے کہا وہ اپنے ایک غلام کو پکار رہے ہیں جسکا نام یحنس ہے لیکن زبان کی عجمیت اور لکنت کے باعث صاف لفظ نہیں نکلتا۔

جب پاس پہنچے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے صہیب صرف تین باتیں تم میں ایسی ہیں جو مجھے پسند نہیں اگر وہ نہ ہوتیں تو میں تم پر کسی کو فضیلت نہ دیتا۔ اوّل یہ کہ تم اپنے آپکو عرب کیطرف منسوب کرتے ہو حالانکہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ دوم یہ کہ تم اپنی کنیت ابو یحییٰ بتاتے ہو جو ایک نبی کا نام ہے۔ سوم اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ حضرت صہیبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنا مال فضول ہرگز خرچ نہیں کرتا جہاں ضرورت ہوتی ہے خرچ کرتا ہوں۔ میری کنیت ابو یحییٰ خود رسول اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اسلئے اس میں مجھے کوئی عیب نظر نہیں آتا بلکہ میں اسکو محبوب سمجھتا ہوں میں اسکو کبھی ترک نہیں کرونگا۔ اور رہیں جو اپنے آپکو عرب کی طرف منسوب کرتا ہوں تو اسمیں میرا کوئی قصور نہیں میں حقیقتاً عربی النسل ہوں مجھ کو کمسنی میں رومی پکڑ کرلے گئے تھے اور چونکہ انہیں میں میری پرورش ہوئی میں بھی انہیں کی زبان بولنے لگا۔

آپکی روایت کردہ حدیثیں ابی لیلی نے آپسے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں داخل ہوجائینگے تو ایک منادی ندا کریگا کہ اللہ عزوجل کا تم سے ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسکو پورا کرے۔ اہل جنت کہینگے کہ وہ کون سا وعدہ ہے۔ کیا اسنے ہماری نیکیوں کا پلہ بھاری نہیں کردیا؟ ہمارے چہروں کو روشن نہیں کردیا؟ ہمیں عذاب دوزخ سے نہیں بچایا؟ اور ہمیں جنت میں نہیں داخل کیا۔ پھر اب کونسا وعدہ باقی رہگیا ہے؟ پس ان سے حجاب اٹھالیا جائیگا اور وہ اللہ تبارک تعالیٰ کو دیکھینگے پھر کوئی چیز جو ان کو دیجئی ہوگی اس دیدار خداوندی سے انہیں زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے لفظ زیادہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ آپنے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ نماز پڑھ رہے تھے میں نے سلام کیا تو آپ نے انگلی کے اشارہ سے جواب دیا۔

ابو مبارک نے آپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے وہ شخص قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتا جو اسکی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھے۔

آپکی قدر و منزلت تمام صحابہؓ آپکو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو آپسے حد درجہ کی

محبت تھی یہانتک کہ جب زخمی ہوئے اور زلیست کی اُمید منقطع ہو گئی تو اُنہوں نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کی نماز حضرت صہیبؓ پڑھائیں اور عارضی طور پر امور خلافت بھی آپ ہی سرانجام دیں جبتک کہ اہلِ شوریٰ کسی اور کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ چنانچہ سہ پہر تک آپ نے امامت کرائی اور خلافت کا کام سرانجام دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہو گئے تو آپ الگ ہو گئے

آپکی مختصر خلافت کا ایک واقعہ

جب ابو لولو فیروز جو کہ ایک فارسی غلام تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا اور اُن کے کفن دفن سے فراغت ہوئی تو کسی نے عبید اللہ بن عمرؓ سے کہا ہم دیکھتے ہیں کہ لولو اور ہرمزان دونوں بچ گئے۔ حالانکہ ہرمزان اُس خنجر کو جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اپنے ہاتھ میں لئے الٹ پلٹ رہا ہے۔ اور ان دونوں کے ساتھ جفینہ غلام بھی ہے۔ یہ سُن کر حضرت عبید اللہؓ جوش جوانی میں آپے سے باہر ہو گئے اور ہرمزان۔ اُس کے بیٹے اور جفینہ کو لوگوں کے بچاتے بچاتے قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر حضرت صہیبؓ نے عمرو بن العاصؓ کو حکم دیا کہ عبید اللہ کے ہاتھ سے تلوار چھین لیں۔

ہرمزان اور اُس کے بیٹے وغیرہ کا قتل حضرت سعد بن وقاصؓ کو سخت ناگوار گذرا کیونکہ وہی اُن کو ایران سے اس لئے مدینہ لائے تھے کہ اہالی مدینہ کو فن کتابت سکھائیں۔ آپ نے عبید اللہؓ کو کہا کہ تم نے میرے پڑوسی کو قتل کرکے مجھے ذلیل کر دیا۔

حضرت صہیبؓ نے عبید اللہؓ کو قید کر دیا۔ اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے تو اُنہیں اُن کے حوالے کر دیا۔

حضرت صہیبؓ کی وفات

آخر وہ دن آپہنچا جبکہ ادنٰے و اعلیٰ۔ ذلیل و ذی عزت۔ شاہ و گدا مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور اُنہیں چار و ناچار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرنی پڑتی ہے۔ حضرت صہیبؓ کی عمر ستر برس کے قریب تھی اور ماہ شوال ۳۸ھ کو پیغام اجل آپہنچا۔ آپ خوشی خوشی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اور وہیں ارض پاک مدینہ طیبہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

سیدنا عامرؓ بن فہیرہ

اک تپش زارِ تمنا یا دلِ بے تاب تھا | یا غریو حشر خیز نالۂ مضراب تھا
شعلۂ آہ تظلم یا صعود التہاب | یا شرارِ غمزہ سپرد یا وجود اضطراب
وہ ایازِ نیک دل وہ اسکا محمود حرا | وہ سعید باوفا وہ اسکا مسعود حرا
رنج مظلومی بھلا دے خدمتِ مخدوم دیکھ | اے مخاطب کارزارِ عامرؓ مظلوم دیکھ
آج اس آقا کی خاطر جستجوئے شیر ہے | کل اسی کے واسطے جنت میں جوئے شیر ہے
آج جسکے ساتھ ہوتا ہی مدینے کو رواں | کل اسی کے ساتھ جائیگا مجھے باغِ جناں
دیکھتا ہوں اس شہید بے وطن کو خاک پر | الادب ہاں الادب اک شور ہے افلاک پر
اے فرشتو اے منور پیکرانِ آسماں | اے کہ ہو غوّاص بحرِ بیکرانِ آسماں
خاک چھو جائے نہ جسمِ عامرؓ جانباز کو | حکم ہوتا ہے اٹھالو اس شہید ناز کو

انتظارِ نغمۂ عامرؓ نماید گوشِ خلد
چوں مۂ نو بہرِ او وا کردہ اند آغوشِ خلد

حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غارِ حرا میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہر روز شام کے بعد رات کے اندھیرے میں ایک شخص بکریاں لئے ہوئے غار کے قریب پہنچتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار سے باہر آتے ہیں۔ دودھ دوہ کر حضور کو پلاتے اور پھر آپ پیتے ہیں۔ وہ بکریاں لئے تمام رات غار کے منہ پر پڑا رہتا ہے پھر علی الصباح منہ اندھیرے بکریاں لئے ہوئے چلا جاتا ہے۔ آپ کو اشتیاق ہوگا کہ اس شخص کے حالات سنیں جو ہم مسلمانوں کے آقا کا اس قدر برگزیدہ ہے۔ سنیئے آپ کا نام عامرؓ بن فہیرہ ہے اور آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپ کا رنگ سیاہ تھا اور طفیل بن عبداللہ ازدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی کے غلام تھے۔ اسلئے آپ کو قبیلہ ازد کے مولدینؒ میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عمرو تھی۔

آپ کا اسلام | باوجود سیاہ رنگت کے آپکے سینہ میں ایک ایسا دل تھا جو نورِ ایمان سے منور ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے حضور سرورِ کائنات کی بعثت کی خبر سنی اور کلام ربانی آپ کے کانوں میں پہنچا تو سنتے ہی ایمان لے آئے۔

مصائب | قریش مکہ کے نزدیک کسی شخص کا اس سے بڑا گناہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ بڑے بڑے شریف النسل اور ذی عزت گھرانے کے لوگ تو ایکطرف رہے خود گلِ سرسبد بنی ہاشم حضور فداہ ابی وامی اور حضور کے اقرباء کو جو جو تکلیفیں دی گئیں تاریخ کے صفحات اُن سے بھرے پڑے ہیں۔ ایک گھاٹی میں اُنہیں بند کر کے تمام قبائل کو اُن سے خرید و فروخت کی ممانعت کر دی تھی۔ پتھراؤ کیا جاتا تھا۔ کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا اور قسم قسم کی تذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جاتا تھا۔

جب یہ سلوک اشرف الانبیاء سرورِ کائنات اور اُن کے حامیوں اور قبیلہ والوں سے روا رکھا گیا جو عرب کے معزز ترین قبیلہ میں سے تھے تو اُن غریب اور کمزور و بے پناہ لوگوں کے مصائب کا اندازہ کرنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی جن کا کوئی یار و مددگار نہ ہو۔

دوسرے کمزور لوگوں اور غلاموں کی طرح حضرت عامرؓ کو بھی سخت سے سخت اذیتیں دی گئیں۔ بدن کو لوہے کی سلاخوں سے داغ دیا گیا۔ تپتی ہوئی ریت پر لوہے کی زرہیں پہنا پہنا کر لٹایا گیا۔ بدن پر بھاری بھاری پتھر رکھے گئے۔ غرضیکہ جو جو اذیتیں دے سکتے تھے کافروں نے اُنہیں دیں۔

آزادی | اس وقت جب کہ اسلام ایسی غربت کی حالت میں تھا اور مسلمان تختۂ مشقِ جور و جفا بنے ہوئے تھے۔ ایک سعید ازلی روح کا مال و متاع ان غریب نو مسلموں کی پنجۂ ستم سے رہائی دلانے میں بے دریغ صرف ہو رہا تھا۔ جانتے ہو وہ سعید ازلی روح کون تھی؟

سلہ مولدین اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو عربی النسل نہ ہوں۔

وہ مسلمانوں کے محسن صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے - آپ نے سات کس مظلوم غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کر دیا جن میں حضرت بلال رضؓ اور حضرت عامرؓ بھی تھے - جزاہ اللہ خیر الجزا -

صدیق اکبرؓ کا خلوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جسقدر غلام آزاد کرائے تھے یہ سب کمزور اور غریب لوگ تھے اس لئے آپ کے والد نے اعتراض کیا اور کہا کہ اگر تمہیں اپنا مال ومتاع اسی طرح بیدریغ لٹانا ہے تو تنومند اور بہادر غلاموں کو آزاد کراؤ تاکہ وقت پر تمہارے کام آئیں - حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا اور کیا خوب جواب دیا جو ہر مسلم شخص کے لئے لوحِ دل پر نقش کرنے کے قابل ہے - آپ نے فرمایا "ابا جان! مجھے تو اس کام میں صرف خداتعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہے"۔

آپکی ہجرت جب آپ آزاد ہو گئے تو شکم پروری کے لئے کام کی ضرورت تھی - کفار کے ماتحت کام کرنا آپ کو پسند نہ تھا - اور نہ ہی کفار آپ سے کوئی کام لینا چاہتے تھے اسلئے آپ حضرت ابوبکرؓ ہی کی خدمت میں رہے اور اُنکی بکریاں چرانے کی خدمت اپنے ذمہ لیلی -

جس وقت بحکم ربانی حضور سرور کائنات حضرت ابوبکرؓ کو لئے ہوئے مکہ معظمہ سے بقصد ہجرت نکلے اور غار ثور میں فروکش ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ شام کے وقت بکریاں لیکر غارِ ثور پر آ جایا کرو - چنانچہ جب تک حضورؐ اور صدیق اکبرؓ غار ثور میں مقیم رہے آپ کا یہ دستور رہا کہ تمام دن مکہ کے چرواہوں کے ساتھ ملکر بکریاں چراتے اور شام کے وقت بکریوں کو لئے ہوئے غار ثور پر پہنچتے - حضورؐ اور حضور کے رفیقؓ دونو غار سے نکلتے اور دودھ دوہ کر نوش فرماتے - حضرت عبداللہؓ بن ابوبکرؓ کفار مکہ کے ارادوں کے متعلق خبریں حضور کو پہنچانے آتے اور واپس جاتے تو آپ بکریاں لئے اُن کے پیچھے پیچھے چلتے تاکہ عبداللہ کے نقشِ قدم مٹ جائیں اور کوئی قدم شناس یہ نہ سمجھ سکے کہ عبداللہ کہاں گئے تھے -

جب تین دن کے بعد حضورؐ غار سے نکلکر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عامرؓ کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھالیا - اور وہ حضورؐ کے ساتھ ہی مدینہ منورہ میں پہنچ گئے -

مدینہ میں پہنچکر آپکا بیمار ہونا مدینہ منورہ میں پہنچے تو شہر میں بخار پھیلا ہُوا تھا - آپ اور بلالؓ اپنے

مخدوم کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہنے لگے۔ ایکدن تینوں کو بخار ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور سے اجازت لیکر حضرت ابوبکرؓ کی عیادت کو آئی اور پوچھا کہ آپکی طبیعت کیسی ہے آپنے فرمایا کل امرء مصبح فی اہلہ۔ والموت ادنیٰ من شراک نعلہ۔ ہر ایک مرد اپنے گھر میں جانیوالا ہے اور موت اُس سے اُسکے جوتی کے تسمہ سے قریب ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یہ سنکر میں نے کہا کہ میرے والد کو کچھ خبر نہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر میں عامرؓ کیطرف متوجہ ہوئی اور اُنکو پوچھا تیرا کیا حال ہے۔ اُسنے کہا ؎

لقد وجدت الموت قبل ذوقہ ان الجبان حتفہ من فوقہ

میں نے موت کو اُسکے چکھنے سے پہلے پایا بزدل کی موت اُسکے اوپر سے ہوتی ہے۔

یہ سنکر میں نے کہا خدا کی قسم عامر کو بھی بخار کی شدت میں کچھ خبر نہیں کہ کیا کہتا ہے۔ پھر بلالؓ کو دیکھا تو وہ بھی صحن میں لیٹے ہوئے تھے اور اُنکی بھی وہی حالت تھی جو دوسروں کی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور تمام ماجرا کہہ سنایا حضور نے ان تمام کے لئے دعا فرمائی تو سب اچھے ہو گئے۔

آپکی شرکت غزوات آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور راہ خدا میں خوب جان لڑائی آخر سنہ ۴ھ میں بیر معونہ کے دن شہید ہوئے۔ اور اسوقت آپکی عمر چالیس سال کی تھی۔

حادثہ بیر معونہ اور آپکی شہادت ایکدن ایک شخص ابو براء عامر بن مالک حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور سرور کائنات نے آپ کو اسلام کی دعوت فرمائی اُسنے فوراً اقرار توحید و رسالت تو نہ کیا لیکن کہنے لگا کہ اگر حضور اپنے صحابہؓ میں سے چند ایک کو نجد کیطرف روانہ فرمائیں تو مجھ کو اُمید ہے کہ وہاں اسلام کی خوب اشاعت ہوگی۔ حضور نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ غداری کرینگے۔

ابو براء کہنے لگا میں اس بات کا ذمہ وار ہوں آپکے صحابہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچیگا۔

ابو براء کی ذمہ داری پر حضور نے چالیس صحابہ کو جن میں حضرت عامرؓ۔ حرث بن صمہ۔ منذر بن عمرو اور حرام بن ملحان بھی تھے نجد کی طرف روانہ کر دیا۔

جب مبلغین توحید کا یہ مقدس وفد بیر معونہ کے پاس پہنچا تو اُسنے حرام بن ملحان کو ایک تبلیغی خط دیکر

وہاں کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ حضرت حرامؓ نے جب یہ خط عامر کو دیا تو اسنے بغیر خط کو دیکھے صاحب موصوف کو شہید کر دیا۔ اور پھر بنی عامر کو حکم دیا کہ صحابہ پر حملہ کر دیں۔ بنی عامر نے کہا کہ ہم ابو براء کے عہد کو نہیں توڑ سکتے وہ ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

بنی عامر سے مایوس ہو کر اُس دشمن اسلام نے بنی سلیم۔ بنی رعل اور بنی ذکوان کو صحابۂ رسول صلعم پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا۔ وہ اسپر راضی ہو گئے اور بیخبری کی حالت میں ان مبلغین توحید کو گھیر لیا۔

صحابہؓ کی تعداد اگرچہ اعدا کے مقابلہ میں بہت کم تھی لیکن اسلام نے اُنکے دلوں کو اسقدر قوی کر دیا تھا کہ وہ ذرا بھی نہ گھبرائے اور بڑی دلیری اور بے مثال جرأت سے لڑے یہانتک کہ سوائے کعب بن زید کے سب شہید ہو گئے۔ اور کعب بن زید بھی ایسے زخمی ہوئے تھے کہ کفار انہیں مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔

کیا شہیدوں کا خون بیکار جاتا ہے؟ نہیں یہی خون ہے جو شجر قوم کی آبیاری کرتا ہے۔ افراد کی قربانیوں سے قوم عروج پر پہنچتی ہے اسلئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ شہیدوں کا خون بغیر رنگ لائے رہے۔

جبار بن سلمیٰ اپنے مُسلمان ہونے کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ جنگ بیر معونہ میں میں نے ایک صحابی کے نیزہ مارا۔ نیزہ ایسا کاری پڑا کہ سینہ کے پار ہو گیا۔ اُسوقت اُس صحابی کی زبان سے نکلا۔ "خُدا کی قسم میں اپنے مطلب کو پہنچگیا" مجھے اسکے ان الفاظ سے سخت تعجب ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے کیا میں نے اسکو قتل نہیں کیا۔ پھر میں نے لوگوں سے ان الفاظ کا مطلب پوچھا تو اُنہوں نے بیان کیا کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ اُن کو شہادت کی نعمت نصیب ہوئی۔ یہ سُنکر میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ گویا میرے دل میں مُسلمان ہونے کے لئے ایک تڑپ پیدا ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اس جبار بن سلمیٰ نے حضرت عامرؓ بن فہیرہ کو اس جنگ میں شہید کیا تھا اور عجب نہیں کہ جس صحابی کے قتل کا واقعہ وہ بیان کرتا ہے وہ حضرت عامرؓ بن فہیرہ ہی ہوں۔

بعد شہادت آپکی لاش نہ ملی جنگ کے بعد آپکی لاش شہداء میں تلاش کی گئی تو آپکا جسم مبارک نہ ملا۔ باقی سب شہیدوں کی لاشیں موجود تھیں۔ صحابہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہو گئی تھی کہ حضرت عامرؓ کی لاش کو یا تو فرشتے آسمان پر لیگئے یا دفن کر گئے۔

آپکی لاش کے آسمان پر پہنچنے کا اعتراف دشمن کی زبانی حادثہ بیر معونہ کے بعد عامر بن طفیل ایک وفد لیکر حضور کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ اس وفد میں جبار بن سلمیٰ بھی تھے۔ ان لوگوں کا ارادہ تھا

کہ حضور فداہ ابی وامی کو دھوکہ دیکر شہید کر دیں۔ لیکن ان کے دھوکہ میں نہ آئے۔ دشمنانِ خدا خائب وخاسر رہے اور جبار مسلمان ہو گئے۔

ایکدن دورانِ گفتگو میں بیرِ معونہ کا ذکر آگیا تو عامر بن طفیل نے دریافت کیا۔ "وہ کون شخص تھے کہ جب شہید ہوئے تو اوپر اٹھا لیے گئے یہانتک کہ میں نے دیکھا کہ آسمان بھی اُن سے نیچے رہ گیا" حضور سرورِ کائنات نے فرمایا۔ "وہ عامرؓ بن فہیرہ تھے"

حضورؐ کا اُنکی وفات پر قلق
جب حضور سرورِ کائنات کو اصحاب بیرِ معونہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپکو سخت قلق ہوا۔ اور باوجود اُس رأفت وحلم کے جو خالق برحق نے حضور کی طبیعت میں ودیعت کر رکھا تھا اور اپنے ستانیوالوں کو ہمیشہ معاف فرما دیا کرتے تھے۔ حضور نے اُن کافروں کے حق میں چالیس دن تک بددعا فرمائی یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے نبی تم کو یہ بات زیبا نہیں کہ کسی کی توبہ قبول کرو یا کسی کیلئے عذاب کی درخواست کرو"

حضور کی بددعا کا اثر
سعید اور شقی ازلی میں جو فرق ہوتا ہے وہ جبار بن سلمٰی اور عامر بن طفیل کے موازنہ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ جبار ایک مسلمان کو قتل کرتا ہے لیکن اُسکے ایک کلمہ فزت واللہ سے اپنے دل میں اسلام کی محبت محسوس کرنے لگ جاتا ہے۔ اور عامر بن طفیل حضرت عامرؓ کی لاش کو آسمان کیطرف جاتے دیکھتا ہے۔ حضور کے قتل کے ارادے میں خائب وخاسر رہتا ہے۔ لیکن چونکہ شقاوت مانع ہدایت ہے حضور کی نصائح بھی اُسپر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ وہ اور اُسکا ساتھی اربد جب مدینہ منورہ سے واپس ہوئے تو حضور اقدس کی شان میں بیہودہ گوئی شروع کردی اور خدا کی شانِ رحیمی سے کچھ فایدہ نہ اُٹھایا۔ اسوقت حضور سرورِ کائنات کی بددعا رنگ لائی۔ اربد پر بجلی گری۔ اور عامر کو طاعون شتر کا عارضہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ مجھے وہی طاعون ہوا ہے جو اونٹ کو ہوا کرتا ہے اور اس سے میرا بچنا محال ہے۔ چنانچہ اس شقی ازلی نے اس مرض میں تڑپ تڑپ کر جان دیدی ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

سیّدنا عمار بن یاسر رضؓ

متکلم کہ نگاہوں میں ترنم رکھے
غرق تاثیر نہ کیوں اسکا تکلم رکھے

ہاں مگر شرط ہے سامع بھی ہو لبریز اثر
سر پہ شور ہو اور جذبۂ نوخیز اثر

دل بیاور اگرت حاجت ولدار ے ہست

تو ہے وہ رفتۂ انداز کلام محبوب
نگہ ناز سے مجروح سہام محبوب

ہو مبارک تجھے اسلام میں آنا تیرا
اہل جنت ہی ترے دم سے گھرانا تیرا

دامن دودہ تو دامن گلزار ے ہست

آتش ریگ پہ وہ تشنگی و بے تابی
وہ زدوکوب سے زخم اور تپش سیمابی

وہ تلاطم زدہ غوطہ پیہم ہونا
اور وہ بارش طعنہ عالم ہونا

یاس و حزن است دریں خاک چو غمخوار ے ہست

اے عمار آہ تو معمار ہے کس مسکن کا
آجتک جسکی زمین پر ہے فلک ناصیہ سا

صرف زاہد نہیں سالار وفا بھی ہے تو
نغمۂ بزم بھی آواز وغا بھی ہے تو

بہمہ عزل ولت حاکم دیندار ے ہست

تو نے حل کر دیا اس عقدہ کو مرے نزدیک
خلد ہے سایۂ شمشیر میں تیرے نزدیک

آج حاجت ہے کہ تفسیر ہو اس مسئلہ کی
اور کھل جائے گرہ رشتۂ ہر حوصلہ کی

سر بکف بر بہندار مسلم سردار ے ہست

کیسی بابرکت تھیں وہ ہستیاں - اور کس قدر مبارک تھے وہ وجود با جود جنہوں نے اسلام کے لئے تکلیفیں اُٹھائیں - راہ خدا میں اذیتیں سہیں پر دم نہ مارا -

اسلام - خدا کے برگزیدہ اور آخری پیغام کے قبول کرنے میں سبقت کی - اُس شمع ہدایت کے دشمنوں - اُن وابستگان ظلمت اور تاریکی کے بندوں کے سخت سے سخت جور و ستم اپنے پاک جسموں پہ برداشت کئے - اپنی زندگی کے چراغوں اور شمعہائے حیات کو خوشی خوشی گُل

ہو جاتے دیا مگر نہ بجھنے دیا تو اُس چراغ ہدایت کو ۔ پروانہ وار اُس کی حفاظت کی ۔
جل جل کر مرے مگر دم نہ مارا ۔ اسلام کے نازک و کمزور پودے کو اپنے خون سے
سینچ سینچ کر پالا پوسا اور راضی برضا اپنی جانوں کو اس پر سے قربان کر دیا ۔

اِن عاشقان جانباز کی دُنیا کے ایک برگزیدہ وجود حضرت عمارؓ بھی تھے جنکے
حالات ہدیہ ناظرین ہیں ۔

آپ کا نسب | عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن وذیم بن ثعلبہ
بن عوف بن حارثہ بن عامر اکبر بن یام بن عنس بن مالک بن ادد بن زید بن یشجب مذحجی عنسی ۔

آپ کی پیدائش | آپ کے والد حضرت یاسرؓ یمن کے باشندے تھے ۔ اور اپنے ایک
گم شدہ بھائی کی جستجو میں اپنے دو سرے بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ مکہ معظمہ
میں پہنچے ۔ اُن کے بھائی تو یمن کو واپس چلے گئے لیکن آپ مکہ ہی میں اقامت گزین ہو گئے
اور ابو حذیفہ بن مغیرہ مخذومی سے حلف کی دوستی کر لی ۔ ابو حذیفہ نے اپنی ایک لونڈی
سمیہ کا نکاح آپ سے کر دیا ۔ جس سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے ۔

حضرت عمار کی پیدائش پر ابو حذیفہ نے سمیہ کو آزاد کر دیا ۔ اور حضرت یاسرؓ
ابو حذیفہ کی زندگی میں اُن کے پاس ہی رہے یہانتک کہ ابو حذیفہ رضہ کا انتقال ہو گیا ۔

آپ کا حلیہ | حضرت عمارؓ کا رنگ گندم گون تھا اور قد آپ کا قدرے دراز تھا ۔ آنکھیں
بڑی بڑی تھیں ۔ سینہ کشادہ تھا ۔ بڑھاپے میں بال سفید ہو گئے تو آپ اُن کا رنگ
نہیں بدلتے تھے ۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کے سر میں بال نہ تھے صرف چند بال
سر کے اگلے حصے میں تھے ۔

آپ کا اسلام | حضور فداہ ابی و امی نے جب تبلیغ رسالت کا کام شروع کیا تو آپ مع
والدین اور بھائی کے مشرف باسلام ہوئے ۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے صہیب بن سنان
کو حضرت ارقمؓ کے دروازہ پر کھڑے دیکھا ۔ حضور اُس وقت اُس گھر میں رونق افروز تھے
میں نے پوچھا تم یہاں کیوں کھڑے ہو ۔ صہیبؓ نے جواب میں کہا تم یہاں کیوں آئے ہو؟
میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ کے پاس جاؤں اور اُنکی باتیں سُنوں ۔ صہیبؓ نے کہا میں بھی

یہی چاہتا ہوں۔ پس ہم دونوں اندر گئے اور حضور کا کلام سُنکر ایمان لے آئے۔

مصائب کا آغاز

جس وقت آپ مسلمان ہوئے مسلمانوں کی تعداد تیس کے قریب تھی۔ اور مسلمان ہونا ایسا جُرم سمجھا جاتا تھا جس کے لئے جو بھی سزا دیجائے کم تھی۔ جس وقت بنی مخزوم کو پتہ لگا کہ آپ کا گھرانہ مُسلمان ہوگیا ہے اُنھوں نے آپ کے گھرانے کو سخت اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ اتنی دیر تک بھوکا پیاسا گرم ریت پر دھوپ میں لٹائے رکھتے تھے کہ جان ملب ہوجاتے۔ زدوکوب اتنا کرتے کہ بیہوش ہوجاتے پانی میں اتنے غوطے دیتے کہ بحِس و حرکت ہوجاتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بنی مغیرہ آپ کو۔ آپ کے والد۔ والدہ۔ اور بھائی عبداللہ کو مقام رمضہ میں سخت زدوکوب کر رہے تھے۔ حضور کا اُدھر سے گذر ہوا تو یہ حالت دیکھ کر فرمایا اے آل یاسر صبر کرو تمہارے آرام کی جگہ جنت میں ہے۔

آپ کے والد اور بھائی کی شہادت

یاسر اور آل یاسر پر کفار نے جیسی جیسی سختیاں کیں وہ انسانی برداشت سے بالا تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ یاسرؓ اور آپکے بیٹے عبداللہؓ ان اذیتوں کو سہتے سہتے واصل بحق ہوگئے۔

آپ کی والدہ کی شہادت

آپ کی والدہ حضرت سمیہؓ پہلی بی بی ہیں جنہوں نے اسلام کی راہ میں بڑی دلیری سے جان دی۔ آپ کا واقعہ شہادت بڑا درد انگیز ہے اور اُسے پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جب اس معصومہ نے سخت سے سخت مار پیٹ سے بھی اسلام سے انکار نہ کیا تو آخر ابوجہل مردود نے آپ کی شرمگاہ میں بھالا مار کر آپ کو شہید کر ڈالا۔

آپ کے مصائب

آپ کے والد۔ بھائی اور والدہ کی وفات کے بعد بھی آپکے مصائب میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ آپ کو اس قدر بھوکا رکھا جاتا تھا کہ بیٹھنا تک دشوار ہوجاتا۔ اور اس قدر مارا جاتا کہ ایک دن تکلیف سے تنگ ہو کر آپ کو حضور کی بُرائی اور کفار کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔

جب آپ نے حضور کی بُرائی اور کفار کے معبودوں کی تعریف کی تو کفار نے آپ کو

چھوڑ دیا۔ آپ سیدھے حضور سرورِ کائنات کی خدمت میں پہنچے۔ حضور نے خیر خیریت پوچھی تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ بہت بُری خبر ہے۔ میں اسوقت اسوجہ سے زندہ بچکر چلا آیا کہ میں نے آپ کو بُرا بھلا کہا اور کفار کے معبودوں کی تعریف کی۔ حضور نے فرمایا تمہارے دل کی کیا کیفیت ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ دل تو ایمان پر قائم ہے۔ حضور نے فرمایا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر پھر کفار تمہیں ایسی ہی ناقابل برداشت تکلیف دیں تو تم نے ایسا ہی کرنا۔

ایک روز پھر حضور کا بنی مخزوم کے محلہ کیطرف سے گذرنے کا اتفاق ہوا تو حضور نے دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ حضور نے آپ کو تسلی دی اور پوچھا کہ کیا تمہیں کافروں نے پانی میں غوطہ دیا اور تم نے ایسا ایسا کچھ کہا ہے۔ اگر وہ پھر ایسا کریں تم پھر وہی باتیں کہدینا۔

سعید بن جبیرؓ نے ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ کیا کفار مسلمانوں کو ایسی ہی سخت تکلیفیں دیتے تھے کہ مسلمان انہیں ناقابل برداشت سمجھکر اسلام سے بیزاری ظاہر کرنے اور معبودانِ باطل کی توصیف کرنے میں معذور سمجھے جاتے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم بہت سخت زدوکوب کرتے اور بھوکا پیاسا رکھتے تھے یہانتک کہ ناتوانی سے اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا تھا۔ کہتے تھے کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اُسکو منظور کرو اور کہو لات و عزیٰ ہمارے معبود ہیں اللہ ہمارا معبود نہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہانتک ستم ظریفی کرتے کہ اگر کوئی جرذور اُس طرف سے گذرتا تو کہتے یہی تیرا معبود ہے اللہ تیرا معبود نہیں۔ جان بچانے کیلئے اسکا بھی اقرار کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظلم وستم کہانتک اور کب تک برداشت کئے جاسکتے تھے۔ آخر آپ تنگ ہوکر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

مسجد قبا آپکی تجویز سے بنی

حضور سرورِ کائنات جب ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے انصار سے کہا کہ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی جگہ ایسی بنائیں جہاں آپ دوپہر کو سایہ میں آرام فرمائیں اور وہیں نماز پڑھیں چنانچہ چند پتھر جمع کرکے مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو تعمیر کیگئی اور حضرت عمارؓ نے اُسکو بنایا۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں آپ کا حصہ

حضرت سرور کائنات قبا میں تین چار روز قیام فرما کر آگے بڑھے اور مدینہ منورہ کے مختلف قبائل کے محلوں میں سے گذرتے ہوئے جب بنی نجار کے محلہ میں پہنچے اور بحکم خداوندی آپ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی اور انصار نے حضور کیلئے وہاں مسجد تعمیر کرنی چاہی تو حضرت عمارؓ بھی حضور سرور کائنات ۔ مہاجرین اور انصار کے ساتھ اس کی تعمیر میں شریک ہوئے ۔

لوگوں نے آپ کے سر پر بہت سی اینٹیں رکھ دیں ۔ آپ شکایت کرنے حضور کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں نے مجھ کو قتل کر ڈالا ۔ مجھ پر اتنا بوجھ رکھ دیتے ہیں جو مجھ سے اُٹھ نہیں سکتا ۔ حضور نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا اے ابن سمیہؓ یہ وہ لوگ نہیں جو تجھے قتل کریں ۔ تجھ کو باغیوں کا گروہ قتل کریگا ۔

حضرت ابوہریرہؓ ۔ اُم سلمہؓ ۔ عبداللہ بن عمروؓ بن عاص اور حذیفہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور سرور کائنات نے ارشاد فرمایا " اے عمار خوش ہو کہ تم کو گروہ باغی قتل کریگا ۔

ابن ہشام نے بروایت شعبی بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے مسجد کی تعمیر عمار نے شروع کی تھی

آپ کی جنگ یمامہ میں شرکت

بعہد خلافت حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمارؓ مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں شریک تھے ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ میں نے جنگ یمامہ میں حضرت عمار کو ایک بلند پتھر پر کھڑے دیکھا آپ باواز بلند کہہ رہے تھے " مسلمانو ! کیا جنت سے بھاگتے ہو ۔ یہاں آؤ یہاں آؤ ۔ میں عمار بن یاسر ہوں میرے پاس آؤ " آپ کا کان اس جنگ میں کٹ گیا تھا اور جس وقت کا یہ واقعہ ہے اُس وقت اُس کان سے خون بہ رہا تھا اور آپ سرگرم قتال تھے ۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت عمارؓ سے کہا ۔ او کن کٹے غلام ! حضرت عمارؓ نے کہا میرے کان کے کٹنے کی خبر اسقدر مشہور ہو گئی ۔

آپ کوفہ کے حاکم بنائے جاتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک دفعہ آپ کو کوفہ کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل کوفہ کو خط لکھا بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ میں نے عمار کو تم پر حاکم بنا کر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو اُن کا وزیر اور تمہارا معلم مقرر کر کے بھیجا ہے ۔ یہ دو تو حضور سرور کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں پس تم سب ان دونوں کی پیروی کرو ۔

آپ کی معزولی لیکن تھوڑے سے ہی عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے ان کو اس عہدہ سے معزول کر دیا اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت سلمانؓ یا آپ گو حاکم بنائے گئے لیکن اُنہیں یہ کام کچھ مرغوب خاطر نہ تھے۔ آپ حضرات کو خداوند کریم نے عمر بھر زہد و تقویٰ کے لئے بنایا تھا۔

معزول کرنے کے وقت حضرت عمرؓ نے آپ کو بُلا کر پوچھا کہ اس معزولی سے آپ کو کچھ رنج تو نہیں ہوا تھا۔ آپ نے نہایت صاف دلی سے فرمایا خدا کی قسم حکومت کے ملنے سے رنج ہوا تھا۔ معزول ہونے سے ذرا بھی رنج نہیں ہوا۔

حضرت علیؓ کی خدمت میں اس کے بعد آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے نرغے میں تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کو بُلا بھیجا۔ اور آپ سے دیر تک گفتگو کرتے رہے۔

جنگ جمل اور صفین میں آپکی شرکت آپ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک رہے۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگ صفین میں آپ کو دیکھا جس طرف آپ حملہ کرتے تھے حضور سرور کائنات کے تمام اصحاب اُسی طرف جُھک پڑتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا عمارؓ اُن سب کے رہنما ہیں۔

آپ کی شہادت جنگ صفین میں جبکہ آپ سرگرم پیکار تھے آپنے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سے فرمایا۔ "اے ہاشم تم جنت سے بھاگتے ہو۔ دیکھو جنت تلوار کی باڑھ کے نیچے ہے۔ میں آج محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اور اپنے احباب سے ملونگا۔ واللہ اگر یہ لوگ ہم کو ہجر تک مارتے ہوئے چلے جائیں تب بھی میں یہی سمجھونگا کہ میں حق پر ہوں"۔

ابوالبختری کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میرے واسطے کوئی پینے کی چیز لاؤ۔ لوگ دودھ لیکر حاضر ہوئے۔ آپ نے دودھ لیکر نوش فرمایا اور کہنے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بشارت دی تھی کہ تمہاری آخری غذا دُنیا میں دُودھ ہوگا۔ یہ فرمایا اور مصروف پیکار ہو گئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میرے والد جنگ جمل میں شریک تھے لیکن تلوار

میان سے نہیں نکالی - پھر جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے تو الگ بیٹھے رہے اور یہی کہتے رہے کہ جب تک عمار شہید نہ ہو جائینگے میں نہیں لڑونگا - میں دیکھتا ہوں کہ اُن کو کون قتل کرتا ہے - کیونکہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ عمار کو باغی قتل کرینگے چنانچہ جب حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو خزیمہؓ نے کہا کہ اب مجھ کو پتہ لگ گیا کہ کون حق پر ہے پس آپ آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے -

آپ کی وصیت جب آپ زخمی ہو کر گرے تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے انہیں کپڑوں میں دفن کر دینا - میں انہیں کپڑوں کے ساتھ خدا کے سامنے جاؤنگا - چنانچہ حضرت علیؓ نے آپ کو انہیں کپڑوں میں دفن کیا اور غسل بھی نہیں دیا - اہالیان کوفہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی -

آپ کی شہادت ربیع الاول یا ربیع الآخر ۳۷ھ میں بعمر ۹۴ یا ۹۳ یا ۹۱ سال ہوئی -

آپ کے قاتل دوزخی ہیں آپ کے قاتل کے نام میں اختلاف ہے کہ آپ کو ابو العادیہ مزنی نے تیر مارا تھا جس کی ضرب سے آپ گر گئے - اس کے بعد ایک اور شخص نے آکر سر کاٹ لیا - پھر وہ دونوں آپس میں لڑنے لگے - ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا ہے - حضرت عمرو بن عاصؓ نے سُنا تو کہا خدا کی قسم یہ دونوں دوزخ کے لئے لڑ رہے ہیں - یعنی وہ کہتا ہے کہ میں دوزخی ہوں وہ کہتا ہے میں دوزخی ہوں - اے کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرگیا ہوتا - بعض لوگ کہتے ہیں کہ عقبہ بن عامر جہنی عمر بن حارث خولانی اور شریک بن سلیج مرادی نے ملکر آپ کو شہید کیا تھا -

آپ سے روایت کرنے والے آپ سے حضرت علیؓ - حضرت ابن عباسؓ - ابو موسیٰؓ - ابو امامہؓ ابو الطفیلؓ آپ کے بیٹے محمدؒ - ابن مسیبؒ - ابوبکر بن عبدالرحمانؒ - محمد بن حنفیہؒ - ابو وائلؒ علقمہؒ - زر بن حبیش وغیرہ بہت سے صحابہ اور تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں +